ہفت روزہ
لاہور
خدام الدین
زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۳ اگست ۱۹۵۶
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

اسلام اور اخلاق حسنہ

(۲)

از حکیم احمد حسن قریشی بھوئی گاڑ ضلع اٹک

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین مورخہ ۱۵ / جون ۱۹۵۶ء)

حسن اخلاق خدا کی اور رسولؐ کی محبت کا ذریعہ ہے

طبرانی میں ہے ۔ کہ حضورؐ نے فرمایا ۔ کہ اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے ۔ جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں ۔ طبرانی اس سے معلوم ہوا ۔ حسن اخلاق خدا کی محبت کا ذریعہ ہے ۔ کنز العمال ج ۲ کتاب الاخلاق باب میں ہے ۔ کہ تم میں میرا سب سے پیارا اور نشست میں مجھ سے سب سے نزدیک وہ ہے ۔ جو تم میں خوش خلق ہے ۔ اور مجھے ناپسند اور قیامت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے ۔ جو تم میں بداخلاق ہوں گے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عہد میں دو صحابی بیبیاں تھیں ۔ ایک رات بھر نماز پڑھتیں ۔ دن کو روزہ رکھتیں ۔ اور صدقہ دیتیں مگر اپنی زبان درازی کی وجہ سے اپنے پڑوسیوں کا ناک میں دم کئے رکھتیں ۔ دوسری بیوی صرف فرضی نماز پڑھتیں ۔ اور غریبوں کو چند کپڑے بانٹ دیتیں ۔ مگر کسی کو تکلیف نہ دیتیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان دونوں کے بارے میں پوچھا گیا ۔ تو آپ نے پہلی کی نسبت فرمایا ۔ کہ اس میں کوئی نیکی نہیں ہے ۔ اور وہ اپنی بدخلقی کی سزا بھگتے گی ۔ اور دوسری کی نسبت فرمایا ۔ کہ وہ جنتی ہوگی ۔

(ادب المفرد امام بخاری)

ان دونوں بیبیوں کے حالات سے جو مختلف نتیجے حضور اقدس کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوئے ۔ ان میں سے اسلام میں اخلاق حسنہ کی جو حیثیت ہے ۔ پوری طرح نمایاں ہو جاتی ہے

حضرت براء ابن عازبؓ فرماتے ہیں ۔ کہ ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی ۔ کہ مجھے وہ کام سکھائیے کہ جو مجھے جنت میں پہنچا دے ۔ فرمایا انسان کو غلامی سے آزاد کر ۔ انسان کی گردن کو قرض کے بندھن سے چھڑا ۔ اور ظالم رشتہ دار کا ہاتھ پکڑ ۔ اگر یہ نہ کر سکے ۔ تو بھوکے کو کھلا ۔ اور پیاسے کو پلا ۔ اور نیکی بتا ۔ اور برائی سے روک اگر یہ بھی نہ کر سکے ۔ تو بھلائی کے سوا اپنی زبان سے روک غور کیجئے ۔ کہ یہ حدیث اخلاقی عظمت کو کہاں تک لے جاتی ہے ۔ مشکل الآثار امام طحاوی ج ۴

اس کے علاوہ بہت سے چیزیں ہی جن کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا ہے ۔ کہ فلاں فلاں اوصاف کی کمی زیادتی انسان کے ایمان کے منشاء میں کمی زیادتی کا باعث ہوگی ۔ یعنی ہمارے یہ ظاہری اوصاف و اخلاق ہماری اندرونی ایمانی کیفیت کا معیار و پیمانہ ہیں ۔

گویا کہ ہمارے دل کے چراغ کی چمک و دمک کا اندازہ ان شعاعوں سے ہوگا ۔ جو کہ اوصاف و اخلاق کی صورت میں ہم سے صادر ہوں گی ۔ مثلاً حضورؐ نے فرمایا ۔

(۱) ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں جن میں سے ایک حیا ہے ۔

(۲) تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا ۔ جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ ہی پسند نہ کرے ۔ جو اپنے لئے کرتا ہے

(۳) مسلمان وہ ہے ۔ جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان سلامت رہیں ۔ اور مومن وہ ہے ۔ کہ جس پر لوگ اتنا بھروسہ کریں ۔ کہ مال اور جان اس کی امانت میں دے دیں ۔

(۴) مومن نہ تو کسی پر طعن کرتا ہے ۔ نہ کسی کو بددعاء دیتا ہے ۔ نہ گالی دیتا ہے ۔ اور نہ بدزبان ہوتا ہے

(۵) مومن وہ ہے ۔ جس کو لوگ امین سمجھیں مسلم وہ ہے ۔ جس کی زبان اور ہاتھ سے لوگ سلامت رہیں ۔ مہاجر وہ ہے ۔ جس نے بدی کو چھوڑ دیا ہے ۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ۔ کوئی اس وقت تک جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے غصہ سے محفوظ نہ رہا ہو ۔

(۶) تین باتیں ایمان کا جزء ہیں ۔ مفلسی میں بھی خدا کی راہ میں دینا ۔ دنیا میں امن اور سلامتی پھیلانا اور خود اپنے نفس کے مقابلہ میں بھی انصاف کرنا ۔ کنز العمال کتاب الایمانی

ان احادیث پر ذرا غور فرمائیں ۔ اور اندازہ لگائیں ۔ کہ اسلام کا اخلاقی تخیل کتنا بلند ہے ۔ لیکن اسلام نے اخلاقی تخیل کا اس سے بھی ایک بلند اخلاقی نمونہ پیش کیا ہے ۔

اخلاق حسنہ اور صفات الٰہی

کہ اخلاق حسنہ دراصل اخلاق الٰہی کا پرتو اور ظل ہیں ۔ اور اُسی کے صفات کاملہ کا ادنیٰ ترین مظہر ہیں ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ خوش خلقی اللہ تعالےٰ کا خلق عظیم ہے (طبرانی)

ہم انہی اخلاق کو اچھا کہتے ہیں ۔ جو اللہ تعالےٰ کے صفات کا عکس ہیں ۔ اور انہی کو بُرا کہتے ہیں ۔ جو خدا کی صفات کے منافی ہیں ۔ البتہ یہ ظاہر ہے ۔ کہ خدا کی بعض صفتیں ایسی ہیں جو اسی کے ساتھ ہیں ۔ جن کا ادنیٰ تصور بھی دوسرے میں نہیں کیا جا سکتا جیسے واحد ہونا خالق ہونا وغیرہ ۔ نیز بعض پر جلال صفتیں ہیں ۔ جو صرف خدا ہی کو زیبا ہیں ۔ جیسے اس کی کبریائی اور بڑائی وغیرہ ۔ ان میں بندہ کا کمال یہ ہے ۔ کہ ان کے مقابل کی صفتیں پیدا ہوں ۔ مثلاً اس کی کبریائی کے مقابلہ اس کی کمال خاکساری خدا کی بلندی کے مقابلہ میں بندہ کی پستی و فروتنی ہو ۔ الغرض اسلام نے انسان کی روحانی تکمیل کا ذریعہ اخلاق کو اسی لئے بنایا ہے ۔ اخلاق کا اس سے بلند تر تخیل ممکن نہیں ہے

اخلاق خدا کا حکم ہیں

اسلام نے اخلاق کا کمال یہ قرار دیا ہے کہ وہ یہ سمجھ کر ادا کئے جاویں ۔ کہ یہ خدا کے احکام ہیں ۔ مثلاً ایک مسافر کی امداد یا ایک بیمار کی تیمارداری یہ سمجھ کر کی جائے ۔ کہ یہ خدا کا حکم ہے ۔ پھر کرنے والے کے ضمیر کی آواز بھی یہی ہونی چاہئے ۔ کہ وہ اس کو اپنا فرض سمجھ کر کرے ۔ اور اس کے کرنے میں اپنے اندر روحانی مسرت بھی محسوس کرے اور اس کی پیروی کرنے میں نوع انسانی کا فائدہ بھی سمجھے ۔ جب ایک انسان اس حیثیت سے اس کو سرانجام دے گا تو اس سے اس کے اندر اسی قدر روحانی کمال پیدا ہوگا ۔ لیکن اگر ہمارا اندرونی احساس اس کے خلاف ہے ۔ تو اسے خدا کا حکم نہیں بلکہ ۴

۴ رفاہ عامہ کا ایک کام سمجھ کر کرتے ہیں تو پھر اسلام کی نظر میں اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی ۔ اور آپ کا یہ فعل ثواب اور تزکیہ روح کا ذریعہ ہرگز نہیں بن سکتا (باقی آئندہ)

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

جلد ۲، یوم جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳ اگست ۱۹۵۶ء شمارہ ۱۲

قوانینِ قرآنیہ کا احیاء

قیام پاکستان کا مقصد یہی بتایا جاتا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لئے ایک الگ خطہ کا مطالبہ اسلئے کیا جا رہا ہے کہ مسلمان قوم اپنا طرز زندگی اپنے مذہب تہذیب اور معاشرت کے مطابق اختیار کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت اور امداد سے مسلمانوں کو ایک آزاد اور الگ سرزمین عطا فرمائی وعدہ کے مطابق ارباب اختیار کا فرض تھا کہ بلا تاخیر فقہ اسلامیہ کا نفاذ کرتے۔ لیکن یہ معاملہ دستور کی تکمیل تک کیلئے اٹھا رکھا گیا۔ خدا خدا کر کے قانون پاس ہو گیا اور وعدہ کر لیا گیا ہے کہ موجودہ قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالا جائیگا لیکن اس کا ایفا ہونا شبہ اور شک سے بالاتر نہیں۔ ہم اس یقین کا بار ہا اعلان کر چکے ہیں۔ کہ موجودہ خرابی کا واحد علاج یہی تعلیمات اسلامیہ کا اجرا ہے۔ اگر ہم تمام شعبہ ہائے زندگی کو قرآن اور حدیث کے مطابق کر لیں تو ہو نہیں سکتا۔ کہ معاشرہ میں خرابی رہ جائے۔ اگر ہوگی بھی تو قومی اور ملکی پیمانہ پر نہیں جو آج ہے بلکہ انفرادی طور پر اگر ایک خرابی کرنے والا ہوگا تو ہزاروں زبانیں اس کی مذمت کریں گی۔

پاکستان میں جس سرعت سے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے وہ حیرت کن بھی ہے اور تشویشناک بھی، ایک طبقہ رات کو چوری چھپے نقب زنی کرتا ہے۔ دوسرا گروہ دن دہاڑے چور بازاری سے لوگوں کو لوٹ رہا ہے۔ رہزن موقعہ پا کر جبراً مال چھینتے ہیں تو ہمارے عمّال کھلے بندوں رشوت ستانی کا بازار گرم کرتے ہیں۔ غرضیکہ یہاں انسانیت کسی طرح بھی مکمل طور پر مامون و محفوظ نہیں کہلا سکتی۔ ہمارے خیال میں تمام جرائم کا سدِ باب دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک تو قرآن کی تعلیم دی جائے۔ تاکہ انسان صحیح انسانیت کا مفہوم سمجھ سکیں اور دوسرے قانون کے باغیوں کے لئے تعزیرات بھی قرآنی ہی مقرر کی جائے۔ تاکہ اللہ کے قانون اور فرمان کے مطابق اُن سے سلوک ہو اور جرائم کا قلع قمع ہو جائے۔ ہمارے سامنے ایک ایسی مثال ہے۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ میں کیا معجزانہ اور انقلابی قوت موجود ہے۔ جو چشم زدن میں سینکڑوں برس کے بگڑے ہوئے معاشرے کو درست کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔

یہ خبر اخبارات میں شائع ہو چکی ہے کہ سندھ میں ایک مشہور و معروف ڈاکو کس طرح تائب ہوا اور اپنے لئے بخوشی سزا قبول کی۔ حیدر آباد کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب رات کے وقت اچانک ڈاکو کے گھر پہنچ گئے اور اُسے گرفتار کر لیا۔ دوسرے دن جب لوگوں کو اس کی گرفتاری کا علم ہوا۔ تو اس ڈاکو کی ہیبت اس قدر موجود تھی کہ کوئی آدمی شہادت کے لئے بھی آمادہ نہ ہوا۔ اس پر فاضل ڈپٹی کمشنر نے سندھی زبان میں لوگوں کو احکام قرآنی اور ارشادات نبوی سے آگاہ کیا۔ ان کی روشنی میں ملزم کے خلاف شہادت دینے کی جرأت دلائی آپ نے کہا کہ آپ نے حق بات کہنے سے گریز کیا تو کل اللہ تعالیٰ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔ یہ سن کر لوگ گواہی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ فاضل مجسٹریٹ نے اسی جگہ عدالت لگائی اور ملزم کے خلاف آٹھ شہادتیں موجود تھیں اس کے بعد ملزم کو صفائی کا موقع دیا گیا۔ اس نے کہا کہ جو فاضل مجسٹریٹ نے حوالے دئے ہیں۔ میں ان کو تسلیم کرتا ہوں، قرار واقعی سزا کا مستحق ہوں۔ اور متمنی ہوں۔ اس پر فاضل مجسٹریٹ نے ملزم کو سات سال سخت قید کا حکم سنایا۔

قارئین کرام! یہ خبر کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ اور نہ اس واقع کے بعد قرآن و حدیث کی اہمیت جتانے کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ انگریزی قانون سراسر خام اور ناکارہ ہونے کے علاوہ ناعاقبت اندیش اور حیاتِ بعد الموت کے بارے میں قطعاً کور چشم ہے اگر تعزیر ہے تو صرف چند سال کے لئے۔ اس جہان فانی میں ضابطہ فوجداری کے اور قانون شہادت (EVIDENCE LAW) کے ایچ پیچ سے صحیح سزا کا اجرا بھی بعض دفعہ محال ہوتا ہے۔ لیکن اسلام اس جہان میں بھی معاشرہ میں خرابی کی جڑ کو اکھیڑتا ہے۔ یعنی "حد" کے ذریعہ ناسور کو ہی ختم کر دیتا ہے اگلے جہان میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مجرموں کو سزا ملے گی۔ بشرطیکہ یہاں پوری سزا نہ ملی ہو۔ اس جہان میں مثلاً چوری کی آخری سزا قطع ید (ہاتھ کاٹنا) اور موت کی سزا صرف قاتل یا باغی ہی کو نہیں دی جاتی بلکہ زانی اور رہزن کے لئے بھی گردن زدنی کا حکم اس لئے موجود ہے کہ خرابی کی جڑ کاٹ دی جائے اور فساد مٹا دیا جائے۔ آنے والی زندگی اور جزاء و سزا ہمارے عقیدے میں داخل ہے۔ قرآن و سنت میں قدم قدم پر خبردار کیا گیا ہے۔ کہ چند روزہ آسائش اور طمانیت قلب کی خاطر ابدالآباد کی زندگی کو خطرے میں نہ ڈال دینا۔ (باقی صفحہ ۵ پر کالم ۳ پر)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲، یوم جمعہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق ۳ر اگست ۱۹۵۶ء شمارہ ۱۲

قوانینِ قرآنیہ کا احیاء

قیام پاکستان کا مقصد یہی بتایا جاتا تھا کہ برصغیر کے مسلمانوں کے لیئے ایک الگ خطہ کا مطالبہ اسلئے کیا جا رہا ہے کہ مسلمان قوم اپنا طرز زندگی اپنے مذہب تہذیب اور معاشرت کے مطابق اختیار کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نصرت اور امداد سے مسلمانوں کو ایک آزاد اور الگ سرزمین عطا فرمائی وعدہ کے مطابق اربابِ اختیار کا فرض تھا کہ بلا تاخیر فقہ اسلامیہ کا نفاذ کرتے۔ لیکن یہ معاملہ دستور کی تکمیل تک کیلئے اٹھا رکھا گیا۔ خدا خدا کر کے قانون پاس ہو گیا اور وعدہ کر لیا گیا ہے کہ موجودہ قوانین کو اسلامی قالب میں ڈھالا جائیگا لیکن اس کا ایفا ہونا شبہ اور شک سے بالاتر نہیں۔ ہم اس یقین کا بار ہا اعلان کر چکے ہیں۔ کہ موجودہ خرابی کا واحد علاج ہی تعلیمات اسلامیہ کا اجرا ہے۔ اگر ہم تمام شعبہ ہائے زندگی کو قرآن اور حدیث کے مطابق کر لیں تو ہو نہیں سکتا۔ کہ معاشرہ میں خرابی رہ جائے۔ اگر ہوگی بھی تو قومی اور ملکی پیمانہ پر نہیں جو آج ہے بلکہ انفرادی طور پر اگر ایک خرابی کرنے والا ہوگا تو ہزاروں زبانیں اس کی مذمت کریں گی۔

پاکستان میں جس سرعت سے جرائم میں اضافہ ہو رہا ہے وہ حیرت کن بھی ہے اور تشویشناک بھی، ایک طبقہ رات کو چوری چھپے نقب زنی کرتا ہے۔ دوسرا گروہ دن دہاڑے چور بازاری سے لوگوں کو لوٹ رہا ہے۔ رہزن موقعہ پا کر جبراً مال چھینتے ہیں تو ہمارے عمّال کھلے بندوں رشوت ستانی کا بازار گرم کرتے ہیں۔ غرضیکہ یہاں انسانیت کسی طرح بھی مکمل طور پر مامون و محفوظ نہیں کہلا سکتی۔ ہمارے خیال میں تمام جرائم کا سدِ باب دو طرح سے ہو سکتا ہے ایک تو قرآن کی تعلیم دی جائے۔ تاکہ انسان صحیح انسانیت کا مفہوم سمجھ سکیں اور دوسرے قانون کے باغیوں کے لیئے تعزیرات بھی قرآنی ہی مقرر کی جائے۔ تاکہ اللہ کے قانون اور فرمان کے مطابق اُن سے سلوک ہو اور جرائم کا قلع قمع ہو جائے۔ ہمارے سامنے ایک ایسی مثال ہے۔ جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کتاب اللہ و سنّت رسول اللہ میں کیا معجزانہ اور انقلابی قوّت موجود ہے۔ جو چشم زدن میں سینکڑوں برسوں کے بگڑے ہوئے معاشرے کو درست کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔

یہ خبر اخبارات میں شائع ہو چکی ہے کہ سندھ میں ایک مشہور و معروف ڈاکو کس طرح تائب ہوا اور اپنے لیے بخوشی سزا قبول کی۔ حیدر آباد کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر صاحب رات کے وقت اچانک ڈاکو کے گھر پہنچ گئے اور اسے گرفتار کر لیا۔ دوسرے دن جب لوگوں کو اس کی گرفتاری کا علم ہوا۔ تو اس ڈاکو کی ہیبت اس قدر موجود تھی کہ کوئی آدمی شہادت کے لیے بھی آمادہ نہ ہوا۔ اس پر فاضل ڈپٹی کمشنر نے سندھی زبان میں لوگوں کو احکام قرآنی اور ارشادات نبوی سے آگاہ کیا۔ ان کی روشنی میں ملزم کے خلاف شہادت دینے کی جرأت نہ کی آپ نے کہا کہ آپ نے حق بات کہنے سے گر کیا تو کل اللہ تعالےٰ کے ہاں جواب دہ ہوں گے۔ یہ سن کر لوگ گواہی دینے کے لیئے تیار ہو گئے۔ فاضل مجسٹریٹ نے اسی جگہ عدالت لگائی اور ملزم کے خلاف آٹھ شہادتیں موجود تھیں اس کے بعد ملزم کو صفائی کا موقع دیا گیا۔ اس نے کہا کہ جو فاضل مجسٹریٹ نے حوالے دیئے ہیں۔ میں ان کو تسلیم کرتا ہوں، قرار واقعی سزا کا مستحق ہوں۔ اور متمنی ہوں۔ اس پر فاضل مجسٹریٹ نے ملزم کو سات سال سخت قید کا حکم سنایا۔

قارئین کرام! یہ خبر کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ اور نہ اس واقع کے بعد قرآن و حدیث کی اہمیت جتانے کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ انگریزی قانون سراسر خام اور ناکارہ ہونے کے علاوہ ناعاقبت اندیش اور حیاتِ بعد الموت کے بارے میں قطعاً کور چشم ہے اگر تعزیر ہے تو صرف چند سال کے لئے۔ اس جہان فانی میں ضابطۂ فوجداری کے اور قانون شہادت (EVIDENCE LAW) کے ایچ پیچ سے صحیح سزا کا اجرا بھی بعض دفعہ محال ہوتا ہے۔ لیکن اسلام اس جہاں میں بھی معاشرہ میں خرابی کی جڑ کو اکھیڑتا ہے۔ یعنی "حد" کے ذریعہ ناسور کو ہی ختم کر دیتا ہے اگلے جہان میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کے مجرموں کو سزا ملے گی۔ بشرطیکہ یہاں پوری سزا نہ ملی ہو۔ اس جہان میں مثلاً چوری کی آخری سزا قطع ید (ہاتھ کاٹنا) اور موت کی سزا صرف قاتل یا باغی ہی کو نہیں دی جاتی بلکہ زانی اور رہزن کے لئے بھی گردن زدنی کا حکم اس لئے موجود ہے کہ خرابی کی جڑ کاٹ دی جائے اور فساد مٹا دیا جائے۔ آنے والی زندگی اور جزاء و سزا ہمارے عقیدے میں داخل ہے۔ قرآن و سنت میں قوم [illegible] خبردار کیا گیا ہے۔ کہ چند روزہ آسائش اور طمانیت قلب کی خاطر ابدالآباد کی زندگی کو خطرے میں نہ ڈال دینا۔ (باقی صلا پر کالم ۳ پر)

استفتاء واجب الاظہار

از صاحبزادہ ابو الفیض محمد امیر خسرو الشعرمی چشتی مانسہرہ ہزارہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین متین مندرجہ ذیل سوالات میں کہ عند الشرع کیا حکم ہے:-

(۱) میت کو قبر میں کس طرح لٹانا چاہئے۔ ہمارے ملک میں پیٹھ کے بل لٹا دیتے ہیں۔ اور صرف منہ میت کا تھوڑا سا بجانب قبلہ کر دیتے ہیں۔ کیا شرعاً یہ درست ہے یا کوئی اور طریقہ ہے۔

(۲) اولیاء اللہ کی قبر کا طواف کرنا عند الشرع جائز ہے یا کہ نہیں اس کا مدلل ثبوت دیا جائے۔

(۳) کسی عالم یا کسی مرشد یا نیک آدمی کے آنے پر مجلس سے اس کے سامنے کھڑا ہونا کیسا ہے جائز ہے یا نا جائز ہے۔

الجواب بعون اللہ الملک الوہاب

(۱) میت کو قبر میں دائیں کروٹ لٹانا چاہئے
قال فی الھدایۃ اذا احتضر الرجل وُجّہ الی القبلۃ علی شقہ الایمن اعتباراً لحال الوضع فی القبر۔ انتھی
(ترجمہ:- ہدایہ میں ہے کہ جب انسان قریب الموت ہو اس کو دائیں کروٹ قبلہ کی طرف رکھا جائے۔ بنا بر آں اس کو قبر میں بھی دائیں کروٹ لٹایا جاتا ہے۔)

وَ فی شرح النقایہ لالیاس زادہ ویوجہ الی القبلۃ ای یوضع فی القبر علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ
(ترجمہ شرح النقایہ لالیاس زادہ میں ہے کہ قبر میں میت کو رکھتے وقت دائیں کروٹ لٹایا جائے)

قال فی الفتاوی قاضیخان یدخل المیت القبر من قبل القبلۃ ویُوضع فیہ علی جنبہ الایمن مستقبل القبلۃ
(ترجمہ:- فتاوی قاضیخان میں ہے کہ میت کو قبلہ کی جانب قبر میں داخل کیا جائے اور قبر میں دائیں کروٹ رکھا جائے اور اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا جائے۔)

وَ قال فی الجوھرۃ النیرۃ شرح القدوری بذالک امر رسول اللہ وضعوہ لجنبہ ولا تکبوہ علی ظھرہ۔

ترجمہ:- جوہرہ نیرہ شرح قدوری میں ہے کہ ایک آدمی بنی عبد المطلب سے مرا تو محمد مصطفےٰ نے ارشاد فرمایا اے علی رض اس کو قبلہ کی طرف کرو۔ اور سب کہو کہ خدا کے نام سے اور رسول اللہ کی ملت پر اور اس میت کو قبر میں اُتار کر دائیں کروٹ پر لٹاؤ اور پیٹھ کے بل نہ رکھو اسی طرح حکم ہے "انھر الفائق" "بحر الرائق" "عالمگیریہ" "سراج الوہاب" "متخلص الحقائق" طوالع الانوار حاشیہ در المختار" "فتح القدیر" فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صد۱۴۹ و صد۱۵۰)

(۲) ملا علی قاری حنفی شرح مناسک میں فرماتے ہیں:-
ولا یطوف ای لا یدور حول البقعۃ الشریفۃ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء ولا عبرۃ بما یفعلہ الجھلۃ ولو کانوا فی صورۃ المشائخ
(ترجمہ:- کسی شریف متبرک جگہ کا طواف نہ کرے۔ کیونکہ طواف خصوصیات کعبہ سے ہے۔ پس انبیاء و اولیاء کی قبروں کا طواف کرنا حرام ہے اور جہلاء کے افعال کا اعتبار نہیں ہے۔ اگرچہ وہ پیروں کی صورت میں کیوں نہ ہوں۔)
فتاوی رشیدیہ حصہ سوم صد۲۸

(۳) بادشاہ مسلمان۔ حاکم مسلمان۔ پیر۔ استاد امیر المسلمین۔ آقا۔ علماء۔ صلحاء۔ حجاج حفاظ۔ سادات کی آمد پر کھڑا ہونا جائز و درست ہے۔
عن ابی سعید الخدری فی حدیث مجیئ سعد بن معاذ فلما دنا من المسجد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم للانصار قوموا الی سیدکم (متفق علیہ)
ترجمہ:- بخاری و مسلم میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن معاذ مسجد کے قریب تشریف لائے تو رسول اللہ نے انصار کو کہا اپنے سردار کی آمد پر سب کھڑے ہو جاؤ
قال فی المرقاۃ قیل ای لتعظیمہ لیستحل بہ علی عدم کراھتہ
(ترجمہ:- مرقاۃ میں ہے کہ اُن کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے عکرمہ بن ابی جہل جو کہ رؤساء قریش سے تھا اس کی آمد پر رسول اللہ کھڑے ہوتے تھے۔
در المختار میں ہے:-
یندب القیام تعظیما للقادم ولو للقاری بین یدی العالم
ترجمہ:- کسی آنے والے کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا مستحب ہے۔ اگرچہ قاری عالم کے سامنے ہو۔
(امداد الفتاوی۔ جلد دوم کتاب الحظر والاباحۃ صد۱۹۰)

بقیہ اداریہ

(صد۳ سے آگے)

ہمارے لئے اس زندگی میں ہر سزا کا نقشہ کھینچ کر دکھایا گیا ہے۔ مثلاً قاتل کا سر اور پیشانی قیامت کے دن مقتول اللہ کی بارگاہ میں پیش کرے گا۔ زانی کے لئے آتش کا اُبلتا ہوا تنور ہوگا۔ خائن حاکم کے لئے جنت حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔

ہم فاضل مجسٹریٹ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے اجرائے سنت میں پیشقدمی کی اور حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ اس واقعہ سے سبق لیتے ہوئے فوری طور پر قوانین اسلامیہ کا احیاء کرے۔ تاکہ مخلوق خدا کی دونوں جہانوں کی زندگیاں محفوظ ہو جائیں۔

(ادارہ)

گذارش:- مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ مضمون خوشخط اور کاغذ کے ایک طرف لکھیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ - لاہور

بعض احباب کے اصرار پر ادارہ نے فیصلہ کیا ہے کہ حضرت کی واپسی تک پرانے خطبات میں سے ہر ہفتہ ایک خطبہ شائع کر دیا جائے۔ تاکہ پرچہ اس عنوان سے خالی نہ رہے اس فیصلہ کے مطابق پرانا خطبہ پیش خدمت کیا جا رہا ہے۔

(مدیر)

رشوت

قولہ تعالیٰ :-

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (سورۃ البقرۃ رکوع ۲۳)

(ترجمہ:- اور ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر مت کھاؤ - اور انھیں حاکموں تک نہ پہنچاؤ - تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ گناہ سے کھا جاؤ - حالانکہ تم جانتے ہو)

حاشیہ شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ

اس آیت کے حاشیہ میں شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اور مال حرام سے مراد مدت العمر کے یہ ہے - اس کے لئے کوئی حد نہیں جیسے چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت (الخ)

برادران اسلام! آج کی معروضات کا عنوان "رشوت" ہے - یہ عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ رشوت کس چیز کا نام ہے - اور رشوت کے متعلق اسلامی تعلیم میں احکام کیا ہیں - اور رشوت لینے والے کا دنیا اور آخرت میں کیا نقصان ہوتا ہے -

رشوت کیا چیز ہے؟

رشوت عربی لفظ ہے - اور رشاء سے ماخوذ ہے - رشاء اس رسی کو کہتے ہیں جس سے پانی نکالا جائے - رشوت دینے والا رشوت کے ذریعے اپنا کام نکالتا ہے - یہ تو اس لفظ کی لغوی تحقیق تھی - شریعت میں رشوت کا یہ مطلب ہے -

اَلرِّشْوَۃُ مَا یُعْطٰی لِاِبْطَالِ حَقٍّ اَوْ لِاِحْقَاقِ بَاطِلٍ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۳۲۶)

(ترجمہ:- رشوت وہ چیز ہے - جو کسی حق کے باطل کرنے یا کسی ناحق کو حق ثابت کرنے کے لئے دی جائے -)

رشوت کی مثال

آپ کو معلوم ہے - کہ تقسیم ملک کے بعد پاکستان کے کئی باشندوں نے رشوت دے کر مکانات - کوٹھیاں کارخانے - زمینیں اپنے نام الاٹ کرائی ہیں - حالانکہ حکومت پاکستان کا اعلان تو یہ تھا - کہ غیر مسلموں کی ہر قسم کی جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ سب پناہ گزینوں کا حق ہے - اس قسم کے لوگوں نے رشوت دے کر پناہ گزینوں کا حق باطل کر دیا - اور اپنے آپ کو غیر مستحق ہونے کے باوجود حق دار ثابت کر دکھایا

دوسری مثال

افسران بالا کو جب اپنے محکمہ میں بھرتی کرنے کا حکم ہوتا ہے - تو اکثر اس موقعہ پر رشوت کا بازار بلیک مارکیٹ کی طرح گرم ہو جاتا ہے جن امیدواروں نے رشوت دی - انھیں رکھ لیا گیا - خواہ وہ لائق بھی نہ ہوں - اور جو لوگ نہ دے سکیں یا نہ دینا چاہیں - خواہ وہ لائق کیوں نہ ہوں نہیں نظر انداز کیا جاتا ہے

تیسری مثال

بعض افسران بالا کے اختیار میں ماتحتوں کی ترقی اور تنزل ہوتا ہے - ان میں کئی افسر ایسے ہوتے ہیں - کہ حالانکہ سینئر ملازم کی ترقی کا حق ہے - مگر جونیئر رشوت دیدیتا ہے - نتیجہ یہ نکلتا ہے - کہ کوئی بے معنی اور لغو عذر کر کے جونیئر کو ترقی دے دی جاتی ہے - اور سینئر مظلوم سرد آہ بھر کر رہ جاتا ہے

یہ چیز رشوت نہیں

ہاں اگر کوئی شخص کسی کا حق نہ چھیننا چاہے اور اپنے لئے ناحق کوئی چیز نہ لینا چاہے - بلکہ محض اپنے جائز حق لینے کے لئے کوئی ظالم افسر کو کچھ دیدے جب کہ اس ظالم افسر سے یہ خطرہ ہو - کہ اگر اسے کچھ نہ دیا گیا - تو میری حق تلفی کرے گا - تو یہ رشوت نہیں ہے - اس دینے والے پر کوئی جرم نہیں ہے - ہاں وہ ظالم افسر عند اللہ مجرم ہوگا - اور لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوگا اور حرام خور سمجھا جائے گا -

رشوت کے سلسلہ میں تین شخصوں پر لعنت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ ورواہ ترمذی عنہ وعن ابی ہریرۃ ورواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان - عن ثوبان وَزَادَ وَالرَّائِشَ یَعْنِی الَّذِیْ یَمْشِیْ بَیْنَہُمَا

(ترجمہ:- عبد اللہ بن عمرو سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت کی ہے اس حدیث کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے - اور امام ترمذی نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے علاوہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے - اور اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے اور بیہقی نے بھی شعب الایمان میں اس حدیث کو ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے - اور بیہقی نے یہ لفظ زیادہ نقل کیا ہے " اور رائش پر بھی لعنت ہے رائش وہ شخص ہے - جو رشوت دینے والے اور لینے والے کے درمیان دلال ہے - یعنی دونوں کے درمیان کمی بیشی کر کے سمجھوتہ کرا دے -

نتیجہ

اس حدیث شریف سے یہ نتیجہ نکلا - کہ رشوت دینے والے اور لینے والے اور دونوں کے درمیان سمجھوتہ کرانے والے تینوں پر لعنت ہے فقط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں بلکہ ان پر خدا کی لعنت ہے -

قولہ تعالیٰ :- وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْہَوٰی اِنْ ہُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (سورہ النجم رکوع ۱)

ترجمہ:- اور نہ وہ (نبی) اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے - یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے -

نتیجہ

اس آیت سے یہ نکلا کہ سید المرسلین خاتم النبیین

شفیع المذنبین علیہ الصلوٰۃ والسلام دین کے معاملہ میں جو کچھ فرماتے ہیں۔ وہ اپنی طرف سے نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ اعلان فرماتے ہیں۔ لہٰذا رشوت کے سلسلہ میں جن تین شخصوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے وہ لعنت اللہ جل شانہٗ ہی کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔

رشوت لینے والے کے دونوں جہان برباد

رشوت۔ لینے والے کی دنیا اور آخرت دونوں برباد ہوں گی۔ رشوت دینے والے اس شخص کو ظالم اور حرام خور سمجھ کر رشوت دیں گے۔ یہ سب کی نظروں میں ذلیل ہوگا سب لوگ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ اور حرام کے مال میں برکت نہیں ہوگی۔ جس طرح لوگ کہا کرتے ہیں کہ کبھی کسی نے چوروں کے محل بنتے دیکھے ہیں۔ دنیا میں تو اس کی یہ حالت ہوگی۔ اور آخرت کے سلسلہ میں اس کی کیفیت یہ ہوگی۔ کہ چونکہ حرام خوری کے باعث اس کے گوشت پوست خون اور ہڈیوں میں حرام کی آمیزش ہوگی۔ اس لئے اللہ کے دربار میں حاضری کی توفیق نہ ہوگی۔ حرام خوری کے باعث اسے نیکی سے نفرت اور برائی سے محبت ہوگی۔ اس لئے ہر ایسا کام کرے گا۔ جس سے بارگاہ الٰہی سے مردود ہوتا جائے۔ غرض کہ حرام خوری کے باعث جو لعنت اس پر پڑی تھی اس کے علاوہ اور کئی لعنتیں اپنے سر لے گا۔ اس کی قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جائے گی۔ قیامت کے روز پچاس ہزار سالہ دن میں یہ عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور اس کے بعد جہنم کا ایندھن بن جائے گا۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اس کے شامل حال دنیا میں ہو جاتے۔ اور صدق دل سے توبہ کرے۔ تو پھر مذکورۃ الصدر سارا نقشہ بدل جائے گا۔

رشوت کا اثر بال بچوں پر

رشوت لینے والا جب اپنی بیوی بچوں کو حرام کا روپیہ کھلائے گا۔ تو ان کے گوشت پوست اور ہڈیوں اور خون میں بھی حرام مخلوط ہو جائے گا۔ اس قسم کے آدمیوں کو اوّل دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ اس کے بعد اگر ان کے دل میں ایمان ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی برکت سے دوزخ سے نکال کر جنت میں لائے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ
الْجَنَّۃَ لَحْمٌ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ
وَکُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنَ السُّحْتِ کَانَتِ
النَّارُ اَوْلٰی بِہٖ

(رواہ احمد والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:۔ جابرؓ سے روایت ہے۔ کہا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ گوشت بہشت میں داخل نہیں ہوگا۔ جو حرام کے مال سے بنا ہو۔ دوزخ اس گوشت کا زیادہ مستحق ہے۔ (فاعتبروا یا اولی الابصار)

وما علینا الا البلاغ

باسمہٖ سبحانہٗ

وظائف و لطائف

از جناب خاموش مبلغ ملتان

گھر سے نکلنے کی دُعاء

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ
اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نَّزِلَّ
اَوْ نَضِلَّ اَوْ نَظْلِمَ اَوْ نُظْلَمَ
اَوْ نَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیْنَا۔

(ترجمہ (نکلا میں) اللہ کے نام سے۔ میں نے اللہ پر بھروسہ کیا۔ اے اللہ ہم تیری پناہ چاہتے ہیں۔ پھسلنے سے یا گمراہ ہونے سے اور ظالم ہونے سے یا مظلوم ہونے سے اور غیر پر جہالت کرنے سے یا اپنے اوپر غیر کی جہالت ہونے سے۔

★ حضرت اُمِّ سلمہؓ سے روایت ہے، کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو آپ فرماتے بسم اللہ توکلت علی اللہ آخر تک (احمد۔ ترمذی۔ نسائی ۱۲ مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات)

● بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

(ترجمہ:۔ (میں نکلا) اللہ کے نام کے ساتھ اللہ پر میں نے بھروسا کیا۔ گناہ سے باز آنا یا نیکی پر قوت حاصل ہونا اللہ کی مدد سے ہے)

★ حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلے تو بسم اللہ توکلت علی اللہ آخر تک پڑھے۔ اس کے واسطے کہا جاتا ہے کہ تو ہدایت کیا گیا۔ کفایت کیا گیا اور حفاظت کیا گیا ہے شیطان اس سے کنارے ہو جاتا ہے اور دوسرا شیطان اس کو کہتا ہے کہ جو شخص ہدایت کفایت اور حفاظت کیا گیا ہے اس پر تیرا کیا قابو چلے گا (ابوداؤد و ترمذی ۱۲ مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات)

گھر میں داخل ہونے کی دُعاء

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ
وَخَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ وَلَجْنَا
وَعَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا۔

(ترجمہ:۔ اے اللہ میں آپ سے گھر میں آنے کے وقت کی بھلائی مانگتا ہوں۔ اللہ کے نام سے ہم داخل ہوئے۔ اور اپنے پروردگار (اللہ) پر ہم بھروسہ کرتے ہیں۔

★ حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو کہے اللھم انی اسئلک آخر تک پھر اپنے گھر والوں پر السلام علیکم کہے۔ (ابوداؤد ۱۲ مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات)

دعائے توبہ

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتُوْبُ اِلَیْکَ مِنْھَا لَا
اَرْجِعُ اِلَیْھَا اَبَدًا ○

(ترجمہ:۔ اے اللہ میں آپ کے آگے توبہ کرتا ہوں اس گناہ سے اور پھر کبھی نہ کروں گا)

★ روایت ہے کہ جب کسی شخص سے کوئی خطا یا گناہ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کرے اور اللہ کی طرف اپنے دونوں ہاتھ لمبے کرے۔ اور مذکورہ بالا دعا مانگے۔ بیشک اس کے گناہ بخشیں جائیں گے جب تک پھر نہ کرے گا (مستدرک ۱۲ حصن حصین)

● اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ
وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ

ترجمہ:۔ اے اللہ آپ کی بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ اور مجھ کو اپنے عمل سے تیری رحمت کی زیادہ امید ہے

★ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا افسوس ہے میرے گناہ! پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی۔ (مستدرک ۱۲ حصن حصین)

سیّدُ الاستغفار

● اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ
خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ
مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ
اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ
فَاغْفِرْ لِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

شادی کمیشن کی سفارشات پر تنقید و تبصرہ

قسط نمبر (۲)

پیش کردہ ارکان بورڈ دار العلوم حقانیہ - اکوڑہ خٹک

سورۂ بقر کی آیت ۲۸۳ میں فرمایا گیا ہے کہ

اگر تم سفر پر ہو اور (قرض کی دستاویز لکھنے کے لئے) تم کو کاتب نہ ملے تو پھر رہن با قبضہ ہونا چاہئے۔

کیا کوئی آدمی اس کا یہ مطلب لے سکتا ہے کہ اسلامی شریعت میں رہن با قبضہ کا جواز صرف سفر اور کاتب نہ ملنے کی حالت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ ہے۔ اسی طرح سورۂ نساء کے چودھویں رکوع کی پہلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جب سفر پر ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز میں سے کچھ کم کرو۔ اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ دشمن کافر تمہیں فتنہ میں ڈالیں گے۔ کیا اس سے کوئی اسلامی قانون سے واقفیت رکھنے والا شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ سفر کی حالت میں مسافر کے لئے قصر نماز کا حکم اسی حالت میں ہی ہوگا۔ جبکہ اس کو یہ خوف لاحق ہو کہ دشمن اس کو ستائے گا اور امن کی حالت میں اس کے لئے قصر جائز نہیں ہے۔

ان مثالوں سے یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ تعدد ازواج کی اجازت جس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ حقوق یتامیٰ کے ذکر کرنے کا مقصد اس اجازت کو صرف اس حالت کے ساتھ مخصوص اور وابستہ کر دینا نہیں ہے جبکہ یتامیٰ کا کوئی معاملہ درپیش ہو بلکہ تعدد ازواج کی عام اجازت کے نزول کے وقت چونکہ یہ حالت موجود تھی کہ یتیم لڑکیوں کے حقوق تلف کئے جاتے تھے۔ اس لئے تعدد ازواج کی اجازت کے ساتھ اس کا ذکر بطور ایک امر واقعہ کے کیا گیا۔ چنانچہ صحیح احادیث میں اس آیت کا پس منظر حضرت عائشہ رضؓ کی روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت میں جن لوگوں کی سرپرستی میں ایسی یتیم لڑکیاں ہوتی تھیں جن کے پاس والدین کی چھوڑی ہوئی کچھ دولت ہوتی تھی تو وہ ان لڑکیوں کے ساتھ مختلف طریقوں سے ظلم کرتے تھے۔ اگر لڑکی مالدار ہونے کے ساتھ خوبصورت بھی ہوتی تو یہ لوگ مہر و نفقہ ادا کئے بغیر خود اس سے نکاح کر کے کسی دوسرے سے اس کا نکاح نہ ہونے دیتے۔ تاکہ کوئی دوسرا شخص ان سے اس کا حق طلب نہ کرے۔ مگر بدصورتی کی وجہ سے بجائے حسن سلوک کے ان کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کر کے انصاف نہ کر سکو گے تو دوسری عورتیں دنیا میں کچھ کم نہیں ہیں۔ ان میں سے جو تمہیں پسند آئیں ان کے ساتھ نکاح کر لو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حقوق یتامیٰ کی حفاظت کا ذکر صرف ایک امر واقعہ کے کیا گیا ہے نہ برائے تخصیص۔

الحاصل

قرآن کریم کی رو سے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے کہ تعدد ازواج مکروہ فعل اور قبیح رسم ہے کہ اس پر ایسے دفعات کے ذریعہ پابندی عائد کی جائے۔ جو سفارشات میں موجود ہیں۔

سنت رسول اور تعدد ازواج

کتاب اللہ کے بعد سنت رسول کی طرف جب ہم رجوع کرتے ہیں۔ تو وہاں بھی کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ تعدد ازواج سنت کی رو سے مکروہ فعل اور قبیح رسم ہے۔ بلکہ اس کے برعکس متعدد روایات میں تصریح ملتی ہے کہ حضورؐ نے تعدد ازواج کی اجازت سے خود بھی فائدہ اٹھایا۔ اور امت کو بھی اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کی تلقین فرمائی۔ ذیل میں وہ روایات نقل کی جاتی ہیں۔ جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں:۔

عن ابن عباس - ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبض علی تسع نسوۃ وکان یقسم منھن لثمان (متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۷۹)

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ انتقال کے وقت حضورؐ کی نو بیویاں زندہ تھیں جن میں سے حضور آٹھ کے درمیان اپنی زندگی میں شب باشی کی قسمت کیا کرتے تھے۔ یعنی جس بیوی کی باری ہوتی تھی۔ حضور اسی کے ہاں رات گذارتے تھے۔)

اسی کو اسلامی شریعت میں قسم کہا جاتا ہے۔ اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ قرآن کریم سے جو تعدد ازواج کی اجازت ثابت ہے حضور نے اس اجازت کے ماتحت متعدد بیویوں سے خود بھی نکاح کیا تھا۔ البتہ قرآن نے چونکہ حضورؐ کے حق میں تعدد ازواج کی اجازت کو چار کی حد تک محدود نہیں کیا بلکہ اس سے زائد کی بھی اجازت دی ہے اس لئے حضورؐ نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا۔ اسی کو حضورؐ کی خصوصیات میں شمار کیا گیا ہے۔ اور امت کے حق میں یہ اجازت چونکہ صرف چار کی حد تک ہے۔ اس لئے چار سے زائد شادیاں کرنا امت کے لئے بالاجماع حرام قرار دیا گیا ہے۔ رہے چار! تو اس میں حضورؐ اور امت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لئے یہ اجازت سب کے لئے یکساں ہے۔ اور اسی کے ماتحت حضورؐ نے خود تعلیماً للامت تعدد ازواج پر عمل کیا ہے۔

حدیث نمبر ۲

عن ابی قلابہ عن انس قال من السنۃ اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندھا سبعا وقسم واذا تزوج الثیب اقام عندھا ثلثا ثم قسم قال ابو قلابہ ولو شئت لقلت ان انسا رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(متفق علیہ مشکوٰۃ ص ۲۷۹)

ترجمہ:۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت انس رضؓ نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ اگر کسی شخص کے نکاح میں پہلے سے شادی شدہ عورت موجود ہو اور بعد میں کنواری لڑکی یعنی غیر شادی شدہ عورت کے ساتھ بھی نکاح کرے تو سنت طریقہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ نئی بیوی کے پاس سات راتیں گذار کر پھر دونوں کے درمیان شب باشی کی قسمت پر عمل کرے اور کنواری لڑکی کے نکاح پر (ثیب) شادی شدہ عورت کے ساتھ نکاح کرے۔ تو سنت یہ ہے کہ ثیب بیوی کے پاس تین راتیں گذار کر پھر دونوں کے درمیان باری مقرر کرے۔ ابو قلابہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہوں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ حضرت انسؓ نے اس حدیث کو مرفوع کر کے بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۳

عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل ویقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک ولا املک۔

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ صـ۲۷۹)

ام المومنین حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عدل کے ساتھ اپنی بیویوں کے درمیان شب باشی کی قسمت کیا کرتے تھے۔ اور یہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ خداوندا میرے بس میں تو یہی قسمت ہے جس کو میں عدل کے ساتھ اپنی بیویوں کے درمیان اختیار کر رہا ہوں۔ لیکن قلبی محبت میں عدل چونکہ میرے قبضۂ قدرت سے باہر ہے۔ اس کے مالک آپ ہی ہیں۔ اس لئے اسمیں کمی بیشی پر میرا مواخذہ نہ فرما۔

حدیث نمبر ۴

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط

مشکوٰۃ صـ۲۷۹ (رواہ الترمذی)

(ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کے نکاح میں دو بیویاں موجود ہوں اور اس نے ظاہری حقوق زوجیت میں) دونوں کے ساتھ عدل نہیں کیا ہوگا۔ تو قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں اس شخص کی پیشی اس حال میں ہوگی۔ کہ اس کا آدھا حصہ خشک ہو کر گر گیا ہوگا۔

حدیث نمبر ۵

عن ابن عمر ان غیلان بن سلمۃ الثقفی اسلم ولہ عشر نسوۃ فی الجاھلیۃ فاسلمن معہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم امسک اربعا وفارق سائرھن (احمد ترمذی ابن ماجہ مشکوٰۃ صـ۲۷۴)

حدیث نمبر ۶

عن نوفل بن معاویۃ قال اسلمت وتحتی خمس نسوۃ فسالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فارق واحدۃ وامسک اربعا

(شرح السنۃ بحوالہ مشکوٰۃ صـ۲۷۴)

ترجمہ حدیث نمبر ۵ و ۶:- ابن عمر رض فرماتے ہیں۔ کہ غیلان ثقفی کے نکاح میں زمانہ جاہلیت سے دس بیویاں تھیں۔ جب وہ اسلام لائے تو عورتیں بھی اس کے ساتھ مسلمان ہو گئیں۔ آپ نے اس کو حکم دیا کہ چار کو رکھو اور باقی چھوڑ دو۔ اسی طرح نوفل بن معاویہ رض خود کہتے ہیں کہ میں جب اسلام لایا تو میرے نکاح میں پانچ بیویاں موجود تھیں۔ حضورؐ سے جب میں نے پوچھا تو فرمایا چار رکھو اور ایک چھوڑ دو۔

روایات کا ماحصل

مذکورہ بالا روایتوں سے حسب ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے جس سے مسئلہ تعدد ازدواج کی پوری وضاحت ہو جاتی ہے اور ایک اسلام پسند شخص کے لئے اس مسئلہ میں بشرطیکہ وہ مغربی نظریات سے مرعوب اور متاثر نہ ہو، ادنیٰ سے ادنیٰ تردد کی بھی گنجائش نہیں رہتی۔

(۱) آنحضرت صلعم نے خود بھی تعدد ازدواج کے طریقہ پر عمل کیا۔ اور صحابہ کرام کو بھی اس کی اجازت دی۔ حدیث ۱ سے خود حضور کا عمل اور ۵ اور ۶ سے جن میں غیلان ثقفی اور نوفل بن معاویہ کے واقعات مذکور ہیں۔ صحابہ کرام کو تعدد ازدواج کی اجازت دینا واضح ہے۔

(۲) متعدد بیویوں کے درمیان ظاہری حقوق کی زوجیت میں عدل کرنا واجب ہے۔

(۳) اس عدل کو چھوڑ کر کسی ایک بیوی کی طرف اس طرح جھک جانا جس سے باقی بیویوں کی حق تلفی ہو۔ حرام ہے

(۴) حدیث ۴ میں دونوں حکم بہ تصریح مذکور ہیں۔

(۵) قلبی محبت اور طبعی رجحانات میں متعدد بیویوں کے درمیان عدل کرنا غیر مقدور ہونے کی وجہ سے ضروری نہیں ہے۔

حدیث ۳ سے اس حکم کا اخذ کیا جا سکتا ہے یہ ہی وہ احکام ہیں۔ جن پر کتاب و سنت سے ثابت ہونے کے علاوہ امت کا متفقہ تعامل بھی ساڑھے تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ اور کسی نے بھی ان احکام کے شرعی ہونے سے انکار نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب اربعہ کے ائمہ اور علماء و مجتہدین نے بالاتفاق اپنے مذہب کے فقہی نظام میں جہاں دیگر مسائل کے لئے ابواب وضع کئے ہیں۔ وہاں تعدد ازدواج کے حقوق کے لئے بھی (باب القسم) وضع کیا ہے اگر تعدد ازدواج ہی سرے سے ایک مکروہ رسم ہوتی۔ تو آخر دیگر ابواب فقہ میں باب القسم شامل کرنے کی انکو کیا ضرورت پیش آئی تھی۔ اسلئے اسلامی شریعت کی رو سے یہ تسلیم کرنا کہ تعدد ازدواج ایک قبیح رسم ہے اور قانون کے زور سے اسکا انسداد کرنا چاہیئے اسلامی شریعت سے ناواقف ہونیکی کھلی ہوئی دلیل ہے بلکہ عقل سلیم کی رو سے تعدد ازدواج کا فی نفسہ برائی ہونا بجائے خود ناقابل تسلیم ہے کیونکہ بعض حالات میں یہ چیز ایک تمدنی اور اخلاقی ضرورت بنجاتی ہے۔ اگر اس کی اجازت نہ ہو۔ تو پھر وہ لوگ جو ایک عورت پر قانع نہیں ہو سکتے حصار نکاح سے باہر صنفی بدامنی پھیلانے لگتے ہیں۔ جن کے نقصانات تمدن و اخلاق کے لئے اس سے بہت زیادہ ہیں۔ جو تعدد ازدواج سے پہنچ سکتے ہیں۔ اس لئے قرآن و حدیث نے ان لوگوں کو اس کی اجازت دی ہے جو اس کی ضرورت محسوس کریں۔ بہر حال جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ تعدد ازدواج اسلامی شریعت میں کوئی مکروہ فعل نہیں ہے۔ تو اس کے انسداد کے لئے سفارشات میں دفعات رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس کے بعد مختصر طور پر مذکورہ بالا دفعہ کے نقصانات پر بحث کی جاتی ہے۔ تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہ دفعہ علاوہ اس کے کہ ایک غلط اور غیر اسلامی نظریہ پر اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ بہت سے مفاسد اور نقائص کا حامل بھی ہے۔

مذکورہ بالا دفعہ کے نقصانات

جمہوری دنیا کے قانون دانوں کے ہاں یہ ایک مسلم امر ہے کہ قانون سازی میں سب سے پہلے اس امر کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ قانون میں کوئی ایسی دفعہ نہ ہو جو سب لوگوں کے لئے یکساں طور پر نفع بخش نہ ہو۔ اور جس سے اس معاشرے میں توازن قائم نہ رہنے کا اندیشہ ہو جو اس قانون پر آئندہ چل کر تعمیر کیا جا رہا ہو۔ اس مسلمہ اصول کو سامنے رکھ کر جب ہم مذکورہ بالا دفعہ پر غور کرتے ہیں تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔ کہ اس دفعہ کی رو سے معاشرے میں توازن قائم رہنا تو درکنار اسلامی قوانین سے مکمل آزاد موجودہ معاشرے میں جو خرابیاں موجود ہیں ان سے کہیں بڑھ کر خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جن کے نقصانات کا تدارک پھر مشکل سے ہو سکیگا۔ مثال کے طور پر ہم یہاں ان خرابیوں میں سے چند خرابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔

(۱) فرض کیجئے ایک شخص کو خداوند کریم نے جسمانی قوتوں میں سے زائد مقدار کی قوتیں عطا فرمائی تھیں۔ وہ ایک بیوی پر قناعت نہیں کر سکتا ہے نہ اسے ضبط نفس کا ملکہ حاصل ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ زنا سے بچنے کے لئے دوسری شادی کرے لیکن اس کی مالی پوزیشن حکومت کے نزدیک شادی کرنے کے لئے معیاری نہیں ہے ایسی حالت میں یہ شخص کیا کرے گا؟ وہ اپنی صنفی خواہش کو پورا کرنے کے لئے زنا کی فکر میں لگا رہے گا۔ تو کیا ایسے اشخاص کو جن کا وجود اب بھی معاشرے میں کم نہیں ہے مذکورہ بالا دفعہ زنا کرنے پر آمادہ نہیں کرے گی؟ اور موجودہ معاشرے میں جو زنا کی وبا پھیلی ہوئی

(باقی صـ۱۲ پر)

قرآن مجید

از عاجز لدھیانوی نو مسجد منٹگمری

قصرِ ایمان کی دیوار ہے قرآن مجید
حق پرستوں کا طرفدار ہے قرآن مجید

ہے براہین و دلائل کا خزینہ اس میں
علم و عرفاں کا چمن زار ہے قرآن مجید

مخبرِ صادق و فرمانِ خداوندی ہے
مظہرِ قوتِ جبّار ہے قرآن مجید

اس کی تعلیم سے ہوتی ہے بصیرت پیدا
طالبِ حق پہ ضیا بار ہے قرآن مجید

دور کی جہل کی تاریکی زمانہ پر سے
روحِ جاں مطلعِ انوار ہے قرآن مجید

مرگِ انسان ہے قرآن سے روگردانی
حی و قیوّم کا دیدار ہے قرآن مجید

اس کے احکام بنے زینتِ محرابِ عمل
غازیِ دین کی تلوار ہے قرآن مجید

دیکھئے کیسا ہے مخلوق پہ انعامِ خدا
قلبِ رنجور کا قرار ہے قرآن مجید

یہ جو موجود ہے غیروں کی ضرورت کیا ہے
حاصلِ مرضیِ ستار ہے قرآن مجید

علمِ باطن کے پیاسوں کیلئے اے عاجز
ایک نایاب جوئے بار ہے قرآن مجید

نعت

از چوہدری غلام رسول صاحب بیڈن روڈ۔ لاہور

یہ کس کی آمد آمد ہے بصد اندازِ رعنائی
بہاریں خود لپک کر کر رہی ہیں گلشن آرائی

چمن اس سے عبارت ہے بہاریں گل بداماں ہیں
نہیں منت کش دستِ صبا اس کی خود آرائی

نظر کو اس سے سیرابی دلوں کو ذوقِ بےتابی
سکوں بخش و تلاطم خیز ہے اس کی یہ رعنائی

ہماری کم نصیبی لے گئی سوئے صنم خانہ
ہماری تشنگی کو واں پہ بھی لیکن نہ موت آئی

مداوائے جنوں اپنا صنم خانوں سے کیا ہوگا
کہ ان کے دم قدم سے اور ہوگی دشت پیمائی

برس ابرِ کرم تجھ سے امیدیں ہم لگائے ہیں
کہ کشتِ زندگی نے تجھ سے ہی آخر نمو پائی

وہی محبوبِ فطرت ہے وہی ہے جانِ جاں اپنا
کہ جانِ ناشکیبا کو ہے اس سے شکیبائی

تزکیۂ قلب

از جناب میاں عبدالرحمٰن لودھیانوی بی۔اے۔بی ٹی

خواہی کہ شود دل تو چوں آئینہ ✤ دہ چیز برون کن از درون سینہ
حرص و طمع و بخل و حرام و غیبت ✤ کذب و حسد و کبر و ریا و کینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اگر وہ اچھا ہو تو تمام جسم اچھا۔ اور اگر اس میں خرابی واقع ہو جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے۔ اور وہ قلب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نظر ظاہر پر نہیں ہوتی بلکہ باطن پر ہوتی ہے۔ وہ شکلوں اور صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ دلوں کو دیکھتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مومن کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ صاف ہو جاتا ہے اور اگر اصرار کرتا ہے تو تمام دل پر غالب آ جاتا ہے۔ اس نقطہ کا نام ران ہے جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے

كَلَّا بَلْ سكتہ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

(پ ۳۰ ع ۸)

(ترجمہ۔ کوئی نہیں۔ پر زنگ پکڑ گیا ہے اُن کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے)

اصل بات یہ ہے کہ گناہوں کی کثرت اور مزاولت سے کافروں کے دلوں پر زنگ چڑھ گئے ہیں اس لئے حقائق صحیحہ کا عکس اُن میں نہیں پڑتا۔ شرارتیں کرتے کرتے ان کے دل مسخ ہو گئے ہیں۔ اسی لئے آیات اللہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ پ ۳۰ ع ۱۶

تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو سنوار لیا

نفس کا سنوارنا اور پاک کرنا یہ ہے کہ قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ کو عقل کے تابع کرے اور عقل کو شریعت الٰہیہ کا تابعدار بنائے۔ تاکہ روح اور قلب دونو تجلی الٰہی کی روشنی سے منور ہو جائیں۔

تزکیۂ نفوس: نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل کرنا۔

یہ چیزیں آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے حضور اکرم ﷺ کی صحبت اور قلبی توجہ و تصرف باذن اللہ حاصل ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کی چار شانیں بیان کی ہیں:۔

(۱) اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا۔

(۲) نفسوں کا پاک کرنا۔

(۳) اللہ کی کتاب کی مراد بتانا۔

(۴) حکمت کی گہری باتیں سکھلانا۔

انسان کے قلب پر تجلیات الٰہی کا عکس ہرگز نہیں پڑ سکتا تاوقتیکہ اس کا قلب لذائذ دنیوی و حظ نفسانی سے پاک و صاف نہ ہو۔ اس لئے ہمت و توجہ شیخ کی ضرورت لاحق ہے۔ تاکہ ذکر قلبی سے سالک کے لطائف باطنیہ کو اس کی طرف متوجہ کرے۔

حرص و طمع: اَلَّذِىْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ

(پ ۳۰ ع ۲۹)

(ترجمہ۔ (خرابی ہے) اس شخص کے لئے جس نے سمیٹا مال اور گن گن کر رکھا۔ خیال رکھتا ہے کہ اس کا مال اس کے ساتھ ہمیشہ رہے گا۔

طعنہ زنی اور عیب جوئی کا منشاء تکبر اور تکبر کا سبب مال ہے جس کو حرص کے مارے سر طرف سے سمیٹتا ہے اور بخل کے مارے گن گن کر رکھتا ہے کہ کوئی پیسہ خرچ نہ ہو جائے یا نکل نہ جائے۔ اَلْحَرِيْصُ مَحْرُوْمٌ۔ لالچی آدمی محروم رہتا ہے

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی

لفظ طمع کے تین حروف ہیں اور تینوں نقاط سے خالی ہیں جس سے ظاہر ہے کہ طمع کرنے والا کا پیٹ نہیں بھرتا۔

وہ بندہ بہت برا ہے جس کو طمع کھینچے جس کو نفس کی خواہش گمراہ کرے۔ وہ بندہ بھی برا ہے جس کو حرص ذلیل کرے۔ نفس کی پیروی کرنا۔ اپنے نفس کو دیکھ کر غرور کرنا۔ اور حرص کی پیروی کرنا تباہ کرنے والی چیزیں ہیں۔ مگر تکبر سب سے زیادہ مہلک ہے یتیم کی ہمدردی اور غمخواری تو در کنار بلکہ اس کے ساتھ نہایت سنگدلی اور بداخلاقی سے پیش آتا ہے۔ غریب محتاج کی نہ خود خبر لے نہ دوسروں کو ترغیب دے ظاہر ہے کہ یتیموں اور محتاجوں کی خبر لینا اور ان کے حال پر رحم کھانا دنیا کے ہر مذہب و ملت کی تعلیم میں شامل ہے۔ اور اُن مکارم اخلاق میں سے ہے جو کی خوبی پر تمام عقلاً اتفاق رکھتے ہیں۔ پھر جو شخص ان ابتدائی اخلاق سے بھی عاری ہو سمجھو کہ آدمی نہیں جانور ہے۔ بھلا ایسے کو دین سے کیا واسطہ؟ اور اللہ سے کیا لگاؤ ہو گا۔ بخیل دولتمند جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کیلئے کہا جاتا ہے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے۔ اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لئے سونا چاندی قیامت کے دن ہی تین موقعوں پر (پیشانی پہلو پیٹھ) پر داغ دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

مرنے کے بعد مال و اولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں۔ جن کا اثر یا ثواب بعد میں باقی رہنے والا ہو۔

بخل کی مذمت

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۲۸ ع ۱۶)

(ترجمہ۔ اور جس کو بچا دیا اپنے جی کے لالچ سے۔ سو وہی لوگ مراد کو پہنچے۔ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لالچ سے بچائے اور حرص و بخل سے محفوظ رکھے وہ مراد کو پہنچ گیا۔

بخیلی و کنجوسی سے بچو۔ کیونکہ تم سے پہلے ایک امت صرف بخیلی کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہے۔

مومن میں دو عادتیں کبھی جمع نہ ہوں گی۔ بخیلی اور بدخلقی مسلمان بخیل اور بدخلق نہیں ہوتا۔

دغاباز۔ بخیل اور کچھ دے کر احسان جتلانے والے کو اللہ جنت میں داخل نہ کرے گا۔

فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۗ وَاللّٰهُ الْغَنِىُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ (پ ۲۶ ع ۸)

پس تم میں سے کوئی ایسا ہے جو بخل کرتا ہے اور جو کوئی بخل کرے گا وہ اپنے نفس پر بخل کرے گا۔ اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو مطلب یہ ہے کہ تمہارا دینا خود تمہارے فائدہ کے لئے ہے۔ اگر نہ دو گے تو اپنا ہی نقصان کرو گے۔ اللہ کو تمہارے دینے نہ دینے کی کیا پروا۔

حلال و حرام

(۱) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ

(پ ۲ ع ۵)

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو ہم نے تم کو روزی دی اور شکر کرو اللہ کا۔ اگر تم اسی کے بندے ہو۔

جو کچھ زمین میں سے پیدا ہوتا ہے اس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال و طیب ہو نہ تو فی نفسہ حرام ہو جیسے مردار اور خنزیر۔ نہ ہی غصب چوری، رشوت اور سود کا مال۔

مشرکین شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور اپنی طرف سے احکام بنا کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اپنے آبائی رسوم باطلہ کو نہیں چھوڑتے اور حق بات سمجھنے کی اُن میں گنجائش ہی نہیں۔

(۲) وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

(پ ۲ ع ۷)

(اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق۔)

چوری، خیانت، دغا بازی، رشوت یا زبردستی چھین کر، جوا کھیل کر یا ناجائز بیع کر کے یا سود وغیرہ سے مال کمانا حرام ہے۔

بازار کے نرخ سے بھاؤ بڑھانے والا سود خوار بددیانت ہے اور ایسا کرنا سراسر دھوکہ ہے۔ باطل اور ناحق سے کسی طرح حلال نہیں۔

گراں بیچنے کی نیت سے جس نے غلہ جمع کیا وہ سخت گنہگار ہے۔ گراں بیچنے کی نیت سے غلہ روک رکھنے والے اور لوگوں کو قتل کرنے والے قیامت کے روز ایک ہی درجہ میں اٹھائے جائیں گے۔

سود ستر گناہوں کا مجموعہ ہے۔ اُن میں سے ادنیٰ گناہ اتنا بڑا ہے جیسا اپنی ماں سے کوئی نکاح کرے۔

اپنے ہاتھ کی کمائی کے کھانے سے بہتر کسی شخص نے کوئی کھانا نہیں کھایا۔ سب سے افضل اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

سب سے پاکیزہ اور عمدہ خوراک آدمی کے لئے وہ ہے۔ جو اپنی کمائی سے کھائے۔ اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی ہے۔

مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مسلمان بھائی کے ہاتھ کوئی عیب دار چیز بیچے اور اس کا عیب ظاہر نہ کرے۔

جھوٹی قسم کھا کر اپنی جنس کو بیچنے والے پر دردناک عذاب ہوگا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت سے نہ دیکھے گا۔

جس نے بغیر بتلائے کوئی عیب دار چیز فروخت کر دی تو اس پر ہمیشہ اللہ کا غضب رہے گا۔ اور فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت بھیجیں گے۔

اے ایمان والو ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق نہ کھاؤ۔ مگر یہ کہ آپس کی خوشی سے تجارت ہو۔ (قرآن) پ ۵ ع ۲)

مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی کا مال ناحق کھانا مثلاً جھوٹ بول کر یا دغا بازی سے یا چوری سے ہرگز درست نہیں۔ ہاں اگر سوداگری یعنی بیع و شرا دم باہمی رضامندی سے کرو تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ جائز طریقے سے مال لینے کی ممانعت نہیں۔

نبی اکرم ؐ نے فرمایا دین نصیحت اور خیر خواہی کا نام ہے اور فرمایا کہ جو شخص ہمیں دھوکا دے اور فریب میں لائے۔ وہ ہمارے طریق سے خارج ہے اور فرمایا سچا امانتدار سوداگر امانت میں نبیوں صدیقوں اور شہیدوں و شائستہ لوگوں کے ساتھ ہوگا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ سچا اور راست باز دوکاندار قیامت کے دن سایہ عرش میں ہوگا۔

غیبت :- وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ (پ ۲۶ ع ۱۴)

اور نہ برا کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھائے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو۔ سو گھن آتا ہے تم کو اس سے۔

مسلمان بھائی کی غیبت کرنا ایسا گندہ اور گھناؤنا کام ہے۔ جیسے کوئی اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت نوچ نوچ کر کھائے۔ کیا اس کو کوئی انسان پسند کریگا۔ پس سمجھ لو غیبت اس سے بھی زیادہ بُری حرکت ہے۔

احادیث :- غیبت اتنا بڑا گناہ اور اتنی بُری چیز ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جانے کا خطرہ ہو جاتا ہے چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

غیبت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے متعلق پس پشت ایسی بات کہے جس کو وہ ناپسند کرے۔ عرض کیا کہ اگر وہ بات ہمیں موجود ہو فرمایا غیبت تو اسی وقت ہے جبکہ اس میں موجود ہو۔ اور اگر موجود نہ ہو تو پھر بہتان ہے

حضرت سعید ابن زید رضؓ کہتے ہیں حضور انور ؐ نے فرمایا کسی مسلمان کی ناحق آبرو ریزی کے واسطے زبان درازی کرنا سب سے بڑھ کر سود ہے۔ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے۔

حضرت انس رضؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھ کو اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات بلایا تو وہاں میں نے ایک ایسی قوم کو دیکھا کہ جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہرے اور سینوں کو اُن سے نوچ رہے ہیں۔ میں نے جبرئیلؑ سے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں تو انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کر کے ان کا گوشت کھاتے تھے۔ اور اُن کی آبروریزی کرتے تھے۔

کذب :- لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے)

جھوٹ نافرمانی کی طرف لے جاتا ہے اور نافرمانی جہنم کی طرف لے جاتی ہے اور آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ کے نزدیک جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔

جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے جھوٹ کی وجہ سے اس سے میلوں دور ہو جاتے ہیں۔

اس شخص کیلئے حسرت ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں کرتا ہے حسرت ہے اس کے لئے حسرت ہے اس کے لئے۔

جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شرک کرنے کے برابر ہے۔ اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنا۔ ناحق کسی کو مار ڈالنا اور جھوٹی قسم کھانا بہت بڑے بڑے گناہ ہیں۔

انسان کے جھوٹا ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ جو کچھ سنے بلا تحقیق کہتا پھرے۔

نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی مومن کے ساتھ مکر کیا یا اس کو ضرر پہنچایا وہ ملعون ہے۔

آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ جس شخص میں مندرجہ ذیل تین بُری عادتیں پائی جائیں گی۔ وہ منافق کہلایا اور جس شخص میں ان تینوں میں سے ایک خصلت موجود ہوگی۔ اس میں نفاق کا تیسرا حصہ ہوگا۔

(۱) بات بات میں جھوٹ بولنا۔
(۲) وعدہ خلافی کرنا۔
(۳) امانت میں خیانت کرنا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا (پ ۲۶ ع ۱۳)

اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی گنہگار خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو۔

اکثر نزاعات و مناقشات کی ابتدا جھوٹی خبروں سے ہوتی ہے۔ اس لئے اوّل اختلاف و تفریق کے اسی سرچشمہ کو بند کرنے کی تعلیم دی۔ یعنی کسی خبر کو یونہی بے تحقیق قبول نہ کرو۔ فرض کیجئے ایک بے راہ رو اور تکلیف دہ آدمی نے اپنے کسی خیال اور جذبہ سے بے قابو ہو کر کسی قوم کی شکایت کی تم محض اس کے بیان پر اعتماد کر کے اس قوم پر چڑھ دوڑے بعد کو ظاہر ہوا کہ اس شخص نے غلط کہا تھا۔ تو خیال کرو۔ اس وقت کس قدر پچھتانا پڑے گا۔ اور اپنی جلد بازی پر کیا کچھ ندامت ہوگی اور اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں کیسا خراب ہوگا۔

حسد

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (پ ۳۰ ع ۳۸)

(اور میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی) حاسد کی بدی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔)

حسد کے معنی یہ ہیں کہ جس دوسرے شخص کو اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت دی ہو۔ اس کا زوال چاہنا۔ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے تو اس کی بدی سے پناہ مانگنی چاہئے۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں رسول اکرم ؐ نے فرمایا تم لوگ بدگمانی سے بہت پرہیز کرو۔ کیونکہ بعض اوقات

بدگمانی موجب کذب ہوتی ہے۔ تم جاسوسی نہ کرو۔ نہ سودے کے لینے پر لوگوں کو دھوکہ سے ابھارو۔ حسد اور بغض سے کام نہ لو۔ نہ کسی کی غیبت کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ حریص بھی نہ بنو۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ پیر اور جمعرات کے روز جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ تمام غیر مشرکین کی بخشش کی جاتی ہے۔ البتہ اُن دو شخصوں کی بخشش نہیں ہوتی جن کے دل میں بغض اور حسد کی آگ ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ حسد سے پرہیز کرو۔ کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ افلاس موجب کفر ہو جائے۔ اور حسد تقدیر پر غالب آ جائے۔

حضرت زبیرؓ کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا تم لوگوں میں پہلی اُمتوں کا سا بغض و حسد سرایت کر چلا ہے جو مونڈنے والا ہے۔ مونڈنے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالوں کو مونڈ دیتا۔ بلکہ دین کو مونڈتا ہے آدمؑ کے دو بیٹے تھے۔ ایک کا نام قابیل اور دوسرے کا ہابیل تھا۔ قابیل نے ہابیل کو حسد کی بنا پر قتل کر ڈالا۔ دنیا میں ہر ایک خون کا ایک حصہ قابیل کو ملیگا جس نے پہلا خون بہایا۔ حسد پہلی معصیت ہے جس کا ظہور آسمان و زمین میں ہوا۔

کبر — اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُتَکَبِّرِیْنَ ۝

بے شک اللہ تعالیٰ غرور کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔ متکبروں کی چال چلنا انسان کو زیبا نہیں نہ تو زور سے پاؤں مار کر وہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ کبر و غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو۔ اور غرور و تکبر کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور طریق سے ہو رہا ہے وہ سب خدا کے علم میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دل میں ایک ذرہ بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ تکبر کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کو حقیر جانے اور حق کو باطل سمجھے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے کلام نہیں فرمائے گا۔ بلکہ ان کی طرف نظر رحمت سے بھی توجہ نہیں فرمائے گا۔

(۱) بڈھا زانی (۲) جھوٹ بولنے والا بادشاہ (۳) مفلس مغرور مسلمان۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے۔ لہذا جو شخص ان میں سے کسی کے چھیننے کا ارادہ کرے گا۔ اس کو میں دوزخ میں پھینک دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ وہ شخص نہایت بُرا ہے۔ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھے اور تکبر کرے۔

جو شخص تکبر کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اُسے پست کریگا لہذا وہ اپنی نظروں میں بڑا ہوگا۔ لیکن لوگوں کی نظروں میں حقیر ہوگا۔ حتیٰ کہ سؤر اور کتے سے بھی زیادہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوگا۔

متکبر لوگ قیامت کے روز چیونٹیوں کی طرح جمع کئے جائیں گے۔ لیکن اُن کی صورتیں ذلیل آدمیوں کی طرح ہوں گی۔ ذلت ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہوگی۔ جہنم کے قیدخانہ میں جس کا نام بولس ہے اُن کو لے جایا جائے گا۔ اہل دوزخ کا نچوڑ جس کو طینۃ الخبال کہتے ہیں ان کو پلایا جائے گا۔

ہر متکبر فسادی شخص دوزخی ہے جو فساد کرتا ہے۔ اور مال جمع کرتا ہے۔

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۝ پ ۲۱ ع ۱۱

اور اپنے گال کو مت پھیلا لوگوں کی طرف۔ اور مت چل زمین پر اتراتا۔ بے شک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا۔

اترانے اور شیخی مارنے سے آدمی کی کچھ عزت نہیں بڑھتی بلکہ ذلیل و حقیر ہوتا ہے سامنے نہیں تو پیچھے لوگ بُرا کہتے ہیں۔ تواضع، متانت اور میانہ روی کی چال اختیار کرنی چاہئے۔

علائی سورہ نحل کی تفسیر میں لکھتے ہیں مسیحؑ نے شیطان ملعون کو دیکھا کہ پانچ گدھے ہانکے لئے جاتا ہے۔ پوچھا یہ کیا بات ہے کہا یہ سوداگری کا مال ہے میں انہیں بیچنا چاہتا ہوں۔ فرمایا اچھا یہ ہیں کیا۔ کہا ظلم۔ تکبر۔ حسد۔ خیانت۔ مکر۔

ظلم تو میں سلاطین کے ہاتھ بیچتا ہوں اور تکبر گاؤں والوں کے سرداروں کے ہاتھ۔ حسد قاریوں کے ہاتھ۔ خیانت سوداگروں کے ہاتھ اور مکر عورتوں کے ہاتھ بیچتا ہوں۔

ریا — اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَاءُوْنَ (پ ۳۰ ع ۳۲)

(پھر خرابی ہے) اُن لوگوں کے لئے جو دکھلاوا کرتے ہیں)

ایک نماز کیا اُن کے دوسرے اعمال بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے خالی نہیں۔ گویا اُن کا مقصد خالق سے قطع نظر کرکے صرف مخلوق کو خوش کرنا ہے اگر ایک آدمی اپنے آپ کو مسلمان نمازی کہتا اور کہلاتا ہے۔ مگر اللہ کے ساتھ اخلاص اور مخلوق کے ساتھ ہمدردی نہیں رکھتا۔ اس کا اسلام لفظ بے معنی اور اس کی نماز حقیقت سے بہت دور ہے۔

حضرت جندبؓ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص شہرت کے واسطے کوئی کام کرے گا اللہ تعالیٰ بھی دکھاوے سے کام لے گا۔ اور جو شخص ریاکاری سے عمل کرے گا اللہ تعالیٰ بھی ریاکاری سے کام لے گا۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص لوگوں کو دکھلانے کے واسطے عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی خلق کے سامنے اس کی تعزیر کرے گا۔ اور ذلیل و حقیر کرائے گا۔

تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے جس شخص نے ریاکاری کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا اور جس نے ریاکاری کے روزے رکھے اس نے بھی شرک کیا اور جس نے ریاکاری کا صدقہ دیا اس نے بھی شرک کیا۔ شرک خفی یہ ہے کہ انسان نماز کے واسطے کھڑا ہو۔ اور پھر لوگوں کے دکھلانے کے لئے زیادہ پڑھتا چلا جائے۔

آپ نے فرمایا کہ سب چیزوں سے زیادہ خوفناک میرے نزدیک تمہارے حق میں شرک صغیر ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ شرک صغیر کی کیا صورت ہے فرمایا ریاکاری۔

الحاصل

جب دل مذکورہ دس برائیوں کی آلائش سے پاک صاف ہو جائے گا تو اس وقت قلب میں صفات حمیدہ کا نقش کندہ کیا جائے۔ جب تک پہلے کسی تختی کو صاف و شفاف نہ کیا جائے اس پر نئے نقوش کندہ نہیں کئے جا سکتے۔ سو حرص و طمع کی بجائے قناعت، بخل کی بجائے فراخ دلی۔ حرام کی بجائے حلال۔ جھوٹ کی بجائے سچائی۔ تکبر کی بجائے تواضع اور ریا کی بجائے اخلاص حاصل کرنا چاہئے۔

مذکورہ صفات کسی عالم و عامل اللہ والے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ایسے لوگ کمیاب تو ضرور ہیں۔ مگر نایاب نہیں ہیں۔ مثل مشہور ہے جوئندہ یابندہ۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مکی اپنی کتاب "ضیاء القلوب" میں فرماتے ہیں۔

"درویشی کی راہ چلنے والے کو چاہئے کہ شریعت میں جن باتوں کا حکم ہے اُن سب کی پابندی کرے اور جو باتیں شریعت میں منع ہیں اُن سب سے بچے اور گناہوں سے بچنے کو اپنی ضروری عادت کر لیوے۔ اور ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اہتمام رکھے اور جن باتوں کی ممانعت کھلی ہے۔ اُن سے بھی بچتا رہے اور اگر اتفاقاً کوئی گناہ ہو گیا ہو تو اس سے جلدی توبہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی معافی مانگ کر اور نیک

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بقیہ تزکیہ قلب

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

کام کرکے کمی کو پورا کرے اور دوسرے وقت پر اٹھا نہ رکھے اور پانچوں وقت کی نماز جماعت کے ساتھ مسجد میں پڑھے اور جو باتیں فرض یا واجب یا سنت ہیں ان کو ادا کرکے باقی اوقات کو اپنے دل کی درستی میں گذارے اور کثرت سے نفلیں اور وظیفے پڑھنے میں نہ پڑے بلکہ دل کی درستگی کو اپنا فرض دائمی جانے ہر کام کو اللہ کی خوشنودی کے لئے کرے۔ اور حالت انبساط میں شکر کرے۔ اور جب حالت قبض ہو تو تنگدل اور ناامید نہ ہو۔

دل آئینہ ہے غیر خدا کے عکس پڑنے سے بچائے اور عزت و رتبہ کی خواہش سے پناہ مانگے اور وقت کو غفلت میں ضائع نہ کرے اور ایسے روش سے جو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو دور رہے۔ لوگوں سے ضرورت کے موافق ملے اور ہر اچھے برے کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آئے۔ عاجزی کو اپنا لباس بنائے۔ بات نرمی سے کرے اور سکوت و تنہائی کو دوست رکھے اور اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں لگا رہے اور پریشانی کو دل میں نہ آنے دے اور جو بات پیش آئے۔ اللہ کی طرف سے جانے اور ہمیشہ دل کی نگہبانی کرے تاکہ غیر خدا کا خیال نہ آنے پائے اور دین کے کاموں میں نفع پہنچانا اپنے ذمہ ضروری جانے۔ اور ہر کام کرنے سے پہلے اپنی نیت پاک کرلے پھر وہ کام کرے اور کھانے پینے میں اوسط درجہ کا خیال رکھے نہ اس قدر زیادتی کرے کہ سستی پیدا ہو نہ اتنی کمی کرے کہ بہ سبب ضعف کے عبادت سے رہ جائے۔ اپنی کمائی کا کھانا کھائے۔ دل کو غیر اللہ کے تعلق سے پاک رکھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے امید و خوف نہ رکھے۔ اور غیر خدا سے دلچسپی نہ کرے اور خدا تعالیٰ کی تلاش میں بے چین رہے۔ جس جگہ سے خدا کی یاد میں رہے اور خدا کی نعمت پر تھوڑی ہو یا زیادہ شکر کرے۔ روزی کم ہونے سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ اس میں اپنی عزت اور فخر جانے اپنے تعلق والوں سے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کرے اور ان کی خطاؤں سے درگذر کرے۔ اور لوگوں کی بدگوئی سے پرہیز کرے آدمیوں کے عیب چھپائے اور اپنا عیب پیش نظر رکھے۔ سب مسلمانوں کو اپنے سے اچھا جانے کسی سے بحث و تکرار نہ کرے۔ غریبوں اور مسکینوں کی صحبت پسند کرے۔ عالموں اور نیک لوگوں کی خدمت کرنے کو اپنی عزت سمجھے اور جو کچھ میسر آئے اس کو موقعہ پر خرچ کرے۔ تاکہ باطنی نقصان نہ پہنچے۔ اور دل کا لگاؤ کسی چیز کے ساتھ نہ رکھے اور اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر سمجھے اور غریبوں کا سا لباس دل سے پسند کرے۔ اور جتنا کھانا یا کپڑا ملے اس پر قناعت کرے اور دوسروں کے نفع کو اپنے نفع پر مقدم سمجھے اور بھوک و پیاس کو خدائی غذا ہے دل سے پسند کرے اور کم ہنسے اور بہت روئے اور اللہ کے عذاب اور اس کی بے نیازی سے ڈرتا اور کانپتا رہے اور موت کو جو غیر خدا کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے والی ہے۔ ہر وقت اپنے سامنے رکھے اور دوزخ سے جو دوائی کی جگہ ہے پناہ مانگے اور بہشت کو جو وصال کی جگہ طلب کرے اور محاسبہ کو اپنے ذمہ لازم کرے اور دن کا محاسبہ بعد مغرب اور رات کا محاسبہ بعد صبح کیا کرے یعنی حساب کرے کہ رات دن میں مجھ سے کتنی نیکیاں اور کتنی بدیاں ہوئی ہیں۔ نیکی پر شکر کرے اور بدی پر توبہ کرے اور اللہ سے معافی مانگے۔ سچ بولنا اور حلال مال کھانا اپنی عادت بنالے اور کھیل کود کی محفل میں جو کہ خلاف شرع ہو حاضر نہ ہو اور جہالت کی رسموں سے پرہیز کرے اور دوستی، دشمنی و خفگی اور رضامندی جو کچھ ہو اللہ ہی کے لئے ہو۔ کسی پر دست درازی نہ کرے اور لالچ نہ کرے۔ شرم والا۔ کم بولنے والا۔ صلح پسند فرمانبردار نیک چلن ہو۔ ان صفات پر مغرور نہ ہو۔ اولیا اللہ اور بزرگوں کی زیارت سے مشرف ہوتا رہے۔ قبروں کی زیارت کرکے اپنی موت کو یاد رکھے۔ وما علینا الا البلاغ

ہے۔ یہ دفعہ اس میں مزید اضافہ کرنے کا موجب نہ ہوگی؟

(۲) فرض کیجئے ایک شخص کو فطری طور پر یا معقول وجہ کی بنا پر اپنی پہلی بیوی سے محبت کم یا بالکل نہیں ہے۔ یا اس سے رنجیدہ خاطر ہو گیا ہے۔ اگرچہ وہ پہلی بیوی کی حق تلفی تو نہیں کرتا۔ مگر چاہتا ہے کہ محبت کی دوسری شادی کرے۔ ادھر عدالت ضوابط کے ماتحت اسے پہلی بیوی کی زندگی میں اجازت نہیں دیتی۔ تو ظاہر ہے کہ اس کی مراد بر آری کی راہ میں اس کی پہلی بیوی کا وجود ایک رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ اس لئے ضرور یہ خطرہ پیدا ہوگا کہ یہ شخص پہلی بیوی کو فنا کر ڈالے۔ تو کیا یہ قتل اگر سرزد ہو گیا تو اس دفعہ کی رُو سے نہ ہوگا؟ جس کی بنا پر دوسری شادی کے لئے عدالت سے منظوری لینے کو ضروری قرار دیا گیا ہے؟ اس طرح یہ دفعہ بہت سے اشخاص کو قتل نفوس پر آمادہ کرنے کا ذریعہ بنے گی۔ یہ اور اسی قسم کے بہت سے نقصانات ہیں۔ جو اس قسم کے دفعات کو قانونی شکل دینے کے بعد معاشرے میں ابھرنے شروع ہوں گے۔ جو مشکل سے پھر معاشرے سے دور کئے جائیں گے۔ کمیشن نے اس دفعہ کے متعلق جو یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ کہ اگر عدالت کی منظوری کے بغیر دوسری شادی کر دی جائے تو بہت ممکن ہے کہ شادی کرنے والے کی آمدنی دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے لئے متکفل نہ ہو۔ ایسی حالت میں دوسری شادی کرنے سے کسی ایک بیوی کے ساتھ بے انصافی کرنے پر زوج مجبوراً آمادہ ہوگا جس سے معاشرتی زندگی میں تلخی پیدا ہونا لازمی ہے۔ جو تعلقات زن و شوہر کی کشیدگی پر منتج ہو کر رہے گی۔ اگر عدالت سے منظوری لینے کو لازمی قرار دیا جائے تو عدالت اس وقت اجازت نہ دے گی جب تک اسے یہ اطمینان نہ ہو کہ درخواست دہندہ کی آمدنی دونوں بیویوں کے لئے کفالت کر سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال بھی مندرجہ ذیل وجوہ سے درست نہیں ہے۔

(۱) سوال یہ ہے کہ ظلم اور بے انصافی کا خطرہ تو پہلی شادی کے وقت بھی تھا۔ تو جو شخص ایک بیوی کی اولاد کی بھی کفالت نہ کر سکتا ہو۔ اسے نکاح کی کھلی چھٹی کیوں ملی ہے۔ کیوں نہ ہر شخص کے عقد اول کا معاملہ بھی عدالت کی منظوری پر مشروط ہو۔ کہ جب تک نکاح کا ہر خواہشمند عدالت میں مالی پوزیشن اور آمدنی کے متعلق اطمینان نہ ہو سکے اس وقت تک کسی کو نکاح کی اجازت نہ دی جائے؟ کیا خدائی قوانین کی رو سے صرف دوسری شادی سے پیدا ہونے والی بے انصافی یا ظلم کا سدباب ضروری ہے۔ اور جو پہلی شادی سے پیدا ہونے والی ہو اس پر قانوناً کوئی گرفت نہیں کی جائے گی۔

(۲) جن خرابیوں کے سدباب کے لئے اجازت کی قید لازمی قرار دی گئی ہے۔ فی الحقیقت یہ خرابیوں کا سدباب کبھی نہیں کر سکتی۔ کیا اس وقت ایسے لوگ ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں جو بڑی بڑی جائدادیں رکھتے ہیں۔ جن سے بڑی بڑی آمدنیاں آتی ہیں۔ مگر پھر بھی ایک بیوی کو نذر تغافل کئے ہوئے ہیں۔ آخر ان خرابیوں کا سدباب کیسے ہوا؟ ایسی پر خطر اور خام تجویزوں اور سفارشوں کی بجائے بہتر یہی ہے کہ ہم شریعت کے اس قاعدہ پر ہم اکتفا کریں۔ کہ ایک سے زائد شادیاں کرنے میں تو خود مختار ہوں مگر جس بیوی کو اس سے یہ شکوہ ہو کہ میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جا رہا ہے اس کے لئے عدالت کے دروازے ہر وقت کھلے رہیں۔

دفعہ نمبر ۲

نکاح کے لئے لڑکے کی عمر ۱۸ اور لڑکی کی ۱۶ سال سے کم نہ ہو

تنقید و تبصرہ:۔

ہمارے نزدیک اس دفعہ میں بنیادی کمزوری یہ ہے کہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان نے جب ایک دفعہ دستوری حیثیت سے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ ملکی قانون کا ماخذ کتاب و سنت ہوں گے۔ اور کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہ بنایا جائے گا۔ تو پھر ایسی دفعات کی منظوری کی سفارش اصولاً غلط ہے۔ جن کا نام و نشان بھی کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہ ہو۔ اور نہ اسلامی شریعت کے قوانین میں ان کے لئے کوئی بنیاد مل سکتی ہو۔ کیا کمیشن کے ارکان میں سے وہ ارکان جنہوں نے اس قسم کے دفعات کی منظوری کی سفارش کی ہے۔ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ کتاب اللہ اور سنت کی رو سے نکاح کے لئے زوجین کی عمر کی بھی کوئی حد مقرر کی ہے۔ جس سے پہلے نکاح اسلامی شریعت کی رُو سے قانوناً نکاح نہ سمجھا جائے۔ اگر جواب نفی میں ہو (اور یقیناً نفی میں ہے) تو پھر ایسی سفارشات کے متعلق ہم یہ رائے ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ کمیشن نے درحقیقت سفارشات کے پردے میں یہ کوشش کی ہے کہ دستور اسلامی ہی سے یہ دفعہ نکال دی جائے۔ کہ کوئی قانون کتاب و سنت کے خلاف نہیں بنایا جائے گا۔ ممکن ہے کمیشن نے یہ خیال کیا ہو کہ نکاح کے لئے عمر کا تعین چونکہ از روئے قرآن یا از روئے حدیث صحیح ممنوع نہیں ہے۔ مگر سنت سے کمسنی کی شادیوں کا جواز ثابت ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں اس کے عملی نظائر موجود ہیں۔ تو عمر کی ایک مقدار کو از روئے قانون نکاح کے لئے مقرر کر دینا۔ اس کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ اس عمر سے کم میں اگر نکاح کر لیا جائے تو قانوناً اسے باطل قرار دیا جائے گا اور ملکی عدالتیں اسے جائز تسلیم نہیں کریں گی۔ اب سوال یہ ہے کہ جو نکاح شرعاً جائز ہے۔ آپ اسے قانوناً باطل اور حرام کس دلیل سے کرتے ہیں؟ کیا آپ کے پاس اسے ناجائز اور باطل ٹھہرانے کے لئے قرآن اور حدیث صحیح سے کوئی دلیل موجود ہے؟ دراصل یہ دفعہ کمسنی کی شادیوں کو روکنے کیلئے رکھا گیا ہے لیکن اسلامی شریعت کی رُو سے کمسنی کا نکاح فی نفسہ چونکہ ایک جائز فعل ہے احادیث میں اس کے عملی نظائر موجود ہیں خود نبی کریمؐ کا نکاح ام المومنین حضرت عائشہؓ کے ساتھ ۹ سال کی عمر میں ہوا تھا۔ اس لئے قانون کے ذریعہ سے کمسنی کے نکاحوں کو روکنا شریعت اسلامی میں ترمیم کے مترادف ہے۔ جو کسی حال میں بھی مسلمان اسے برداشت نہیں کر سکتے۔ البتہ کمسنی کی شادیوں میں جو بعض اوقات میں مفاسد رونما ہوتے ہیں۔ ان کا انسداد ضروری ہے۔ مگر اس کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنا کسی طرح درست نہیں ہے کہ کمسنی کے نکاحوں کو ہی روک دیا جائے۔ بلکہ اسلامی قانون کی رُو سے زوجین کو جو حقوق و اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اگر وہ جائز طریقہ پر استعمال کئے جائیں تو خود بخود اس قسم کے مفاسد کا انسداد ہوگا۔ مثلاً شریعت نے عورتوں کو خیار بلوغ کا حق دیا ہے۔ ضرورت کے وقت میں خلع کا حق بھی استعمال کر سکتی ہے۔ اگر اس قسم کے قانونی اختیارات کے استعمال کے ذریعہ سے مفاسد کا ازالہ ہو سکتا ہے۔ تو آخر کیا ضرورت ہے کہ ہم اس کے لئے شریعت ہی میں ترمیم کر دیں؟ اسی طرح ہمارے ملک میں جسمانی طور پر ۱۸ سال سے بہت پہلے ایک لڑکا بالغ ہو جاتا ہے اور لڑکیاں بھی ۱۶ سال سے پہلے جسمانی بلوغ کو پہنچ جاتی ہیں۔ ان عمروں کو از روئے قانون نکاح کے لئے کم سے کم عمر قرار دینے کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں اس سے کم عمر والے لڑکوں اور لڑکیوں کی صرف شادی پر اعتراض ہے کسی دوسرے طریقے سے جنسی تعلقات پیدا کرنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ شریعت اسلامی نے اس قسم کی حد بندیوں سے اسی لئے احتراز کیا ہے۔ کہ یہ درحقیقت غیر معقول ہیں۔ اس کے بجائے بہتر صورت یہ ہے کہ یہ بات لوگوں کے اپنے ہی اختیار تمیزی پر چھوڑ دی جائے کہ وہ کب نکاح کریں اور کب نہ کریں۔ لوگوں میں تعلیم اور عقلی نشوونما کے ذریعہ سے جتنا زیادہ شعور پیدا ہوگا۔ اسی قدر

(باقی صـ پر)

نعمتِ عظمیٰ

از جناب عاجز لدھیانوی جامع مسجد نور منٹگمری

اللہ تعالےٰ نے اپنی الوہیت عامہ اور ربوبیت تامہ کے اظہار کے لئے عالم کو پیدا کیا۔ زمین و آسمان، درخت، ہوا، پانی، ستارے، سیارے بنائے۔ مادہ کو مختلف شکلوں کا جامہ پہنایا۔ ہر چیز دوسری چیز سے اشکال و اوصاف میں مختلف بنائی۔ پھر اس کائنات کی ہر چیز حضرت انسان کے تابع کر دی۔ کوئی چیز قانون فطرت سے انحراف اور سرتابی نہیں کرتی۔ بلکہ ایک اصول ایک ضابطہ کے تحت تکمیل فطرت میں سرگرداں ہے۔ سورج، زمین، سیارے، ہوا، پانی ایک معینہ قاعدہ اور ایک مقررہ تنظیم کے ساتھ ادائے فرض میں لگے ہوئے ہیں۔ کیا مجال ہے کہ سورج وقت مقررہ سے ایک سیکنڈ بھی پہلے طلوع ہو جائے۔ یا رات دن کی جگہ لے لے۔ بلکہ اس کے برعکس نظام کائنات میں ایک زبردست تنظیم و ترتیب نظم و ضبط پایا جاتا ہے۔ عالم اسباب کی دوسری چیزوں کی طرح اللہ تعالےٰ نے انسان پر تکمیل فطرت فرض کی ہے۔ جس طرح دوسری چیزوں کے لئے نظم و ضبط کی ضرورت ہے اسی طرح آدم خاکی کے لئے بھی۔ ایک ضابطہ ایک نظام حیات کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے انسان کی ہدایت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو آسمانی کتابوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ جن میں انسان کے لئے رشد و ہدایت اور زندگی گذارنے کے احکام و قوانین تھے۔ انبیائے کرام نے کفر و شرک کو مٹانے اور حق کو بندوں پہ ظاہر کرنے کے لئے اپنی زندگیاں کھپا دیں بعض لوگ راہ حقیقت پہ گامزن ہو گئے۔ ان کی زندگیاں خدائی فرمودات کے تابع ہو گئیں۔ ان کا جینا ان کا مرنا خدا کے لئے ہو گیا۔ لیکن ان میں سے ہی بعض تھے، جو حقیقت سے دور ریب و تشکیک کی تاریک وادیوں میں بھٹکتے رہے اور ایسا وقت بھی آیا کہ لوگوں نے آسمانی کتابوں کی اصل تعلیم کو بدل دیا۔ اس میں کھوٹ ملا دیا۔ آسمانی کتابوں میں خود ساختہ مسائل شامل کر کے ان کو دنیاوی مفاد و ترقیات کا ذریعہ بنا لیا۔ حذف و اضافہ اس قدر کیا۔ کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اصل احکام کو بھول گئے ریاکاری اور شیطنیت کا زور ہو گیا۔ بت پرستی، شراب خوری، جوئے بازی، قتل و غارت، عیش و عشرت انتہا کو پہنچ گئے۔ زمین ظلمتِ جہل سے تاریک ہو گئی۔ چشم بصیرت پہ حماقت کے پردے پڑ گئے۔ حقیقت مسخ ہو کر رہ گئی۔ انسان بات بات پر لڑنے مرنے پہ تیار ہو جاتا۔ ذرا سے جھگڑے پہ خون کی ندیاں بہ جاتیں۔ انہیں اپنوں اور غیروں کی عزت کا کوئی احساس نہ رہا۔ کمزور لوگ کشتۂ ظلم ہو کر رہ گئے۔

ایسی صورت میں جب کہ ہر طرف ظلم و استبداد اور ضلالت کا دور دورہ تھا، دانش خیالی کا آفتاب جہل کی بدلیوں میں چھپ گیا تھا۔ انسان کو حکمت آرائی سکھانے کے لئے خدا کی ربوبیت عامہ اور تامہ کے اظہار کے لئے قرآن جیسی نوری کتاب ہی کارگر ہو سکتی تھی۔ ہمارے نبی معظم پہ نازل ہونے والا قرآن حکیمانہ نقش و نگار سے مزین فصاحت و بلاغت کا علوم و معارف کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لے کر آیا اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کر دیا۔ کہ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ اور اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا۔

یہ کتاب، یہ ضابطہ حیات، یہ نوری صحیفہ ریب و تشکیک سے پاک ہے۔ اس کے اصول و قوانین خدائے پر جبروت کے نازل کردہ ہیں۔ ان میں حذف و اضافہ ناممکن ہے۔ اس کی تعلیم آئینے کی مانند صاف ہے اگر اس کی پیروی کرو گے تو فلاح پاؤ گے عقبےٰ کی زندگی سدھر جائے گی۔ حشر و نشر کے عذاب سے بچے رہو گے لیکن اگر اس کے برعکس اس کے احکام سے سرتابی کرو گے، کبر و نخوت میں رہو گے تو دین و دنیا دونوں خراب ہوں گے۔ خدا کے سوا کوئی ہستی نہیں جو تمہیں کہیں پناہ دے سکتی ہے عبادت کے لائق اسی کی ذات ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ یکتا و تنہا ہے۔ طلب امداد و فتوح کے لئے اسی کے سامنے ہاتھ اٹھیں۔ منکرین فساق و فجار تغافلِ قرآن کا مزہ عذاب کی صورت میں جھکیں گے۔

دشمنوں نے بڑی کوشش کی۔ کہ کسی نہ کسی طرح سے قرآن شریف کو دنیا سے مٹا دیا جائے یا اس میں حذف و اضافہ اور ردّ و بدل کر دیا جائے۔ لیکن ان کو اپنے ناپاک ارادوں میں کامیابی نہ ہوئی ہو بھی کیسے سکتی تھی جبکہ صانع حقیقی اس کے بھیجنے والا ہے اور اس نے خود اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ پھر انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ خاک کا پتلا ہو کر ایک لامحدود علم اور پر جبروت ہستی والے خدا کے احکام میں حذف و اضافہ کرے۔

قرآن کریم کا نزول کیا ہوا، دنیا پہ ہر طرف علوم و معارف کے موتی بکھر گئے۔ حکمت آرائی اور دانش خیالی کا دور دورہ ہو گیا۔ توثیق دین بڑے وسیع پیمانے پہ ہوئی۔ دنیا اسلامی اصول و قوانین سے فیض یاب ہوئی۔ سیاست، معاشرت، تہذیب و تمدن میں زبردست انقلاب آ گیا۔ علم و حکمت صبح صادق کی طرح ابھرے۔ خرافات و بدعات ختم ہو گئیں۔ مذہبی درسگاہیں قرآن کی دولت سے مالامال ہو گئیں۔ طالبان علم و حکمت دور دراز کے سفر طے کر کے راستوں کی صعوبتیں برداشت کر کے علم قرآن حاصل کرنے کے لئے کشاں کشاں چلے آتے تھے۔ بزرگان دین، صوفیائے کرام، علمائے عظام، مفسرین، فقہا کی بڑی بڑی ہستیاں پیدا ہوئیں۔ دین و مذہب کی خدمت میں رات دن ایک کر دیا۔ شرعی مسائل دنیا کے سامنے پیش کئے۔ قرآن کریم سے خود استفادہ کیا۔ اس کے محکمات پہ غور کیا۔ وعظ و نصیحت، اخلاق و ادب کی بیشمار کتابیں تصنیف کیں۔ انہیں کتاب و سنت سے گہری عقیدت تھی۔

قرآن کریم کی تعلیم نے لوگوں کے دل و دماغ اور ان کے فکر و نظر کے زاویئے بدل ڈالے۔ ایسے ایسے خود دار، تقویٰ شعار اور غیرت مند لوگ پیدا ہوئے۔ جن کی زندگی اکل حلال اور صدق مقال پر گذری ساں میں وہ زندگی نہ رہی۔ ان کے دل آئینہ کی طرح صاف اور بغض و حسد سے پاک تھے۔ سرفروشان اسلام صبح کو

میدانِ جہاد میں تیغوں کے سائے میں گذرتے اور رات کو زاہد شب زندہ دار بن جاتے۔ اپنی خون آلودہ پیشانیوں کو قادرِ مطلق کے آستانے پر جھکا دیتے۔ عجز و انکسار کرتے۔ فتح و امداد کے لئے دعائیں مانگتے۔ گرمیٔ ایمان کا یہ حال تھا کہ ذرا کسی نے ناحق خدا اور اس کے رسولؐ کے احکام کی خلاف ورزی کی آتش و خون کے سمندر میں کود گئے۔ موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ رہ حق میں متاعِ زیست کو لٹوا دیا۔ تیغوں سے اپنی کھالیں بھی کھچوا ڈالیں۔ مگر زبان سے اُف تک نہ کی بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا۔ اپنا مال، اپنی جان، بیوی، بچے سب اللہ کے راستے میں قربان کئے۔ دار و رسن کی منزلوں سے گزرے۔ لیکن ان سرفروشانِ دین کے پائے استقامت میں فرق نہ آیا۔ ایمانی فراست زیادہ ہوتی گئی۔ ضبط و اخلاص اُن کی رُوح تھے۔ دلوں میں حق و صداقت، رحم و کرم کے جذبات موجزن تھے۔ نورِ وحدت ان کی پیشانیوں پر جلوہ فگن تھا۔ شمع قرآن کو ہاتھ میں لے کر بھٹکے ہوؤں کو حق و صداقت کا راستہ بتایا۔ دین کی بنیادوں کو سعیٔ جمیلہ اور اخلاقِ حسنہ سے مضبوط کیا۔ دُنیا کو یقین و عمل کے رموز و نکات سمجھائے۔ تشنگانِ علم کو توحید کا درس دیا۔ لوگوں کو تحقیق و جستجو کے لئے ابھارا۔ زمانہ اخلاق و ایمان کی فضا سے معمور ہو گیا۔ تشکیک و تذبذب خود بخود ختم ہو گئے۔ یہ زبردست انقلاب کس طرح ہوا۔ یہ سب تعلیم قرآن کی معجزہ نمائی ہے۔ اس کی برکت ہے۔

جس طرح انبیائے کرام میں سے رُوحی فداہ پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی ولادت باسعادت سب سے بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی طرح آسمانی کتب میں سے قرآن کریم ایک نعمتِ عظمٰے ہے۔ اس میں مباحثِ علمیہ کا دار و مدار پہلے بدیہی (محکمات) اور اس کے بعد نظری (متشابہات) ہیں۔ دَورِ حاضر کے بعض [illegible]ت پرست اور روشن خیالی کا دعوے کرنے والے اہلِ قلم دنیوی مفاد کے لئے آیاتِ قرآن کی تاویلات اپنی خواہش کے مطابق کرنے میں مصروف ہیں۔ عقائد و اخلاق کو مسخ کرکے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری قلمکاری اور جدّت طرازی دین کے خلاف ہے۔ علمائے کرام، مفسرین، محدثین، ائمہ دین کے قول و عمل کے خلاف ہے۔ تو کہنے لگتے ہیں، کہ دیکھنا یہ مسجدوں کی روٹیاں کھانے والے کج فہم مُلّا آج کے ترقی یافتہ انسان کو تیرہ سو سال پیچھے لے جانا چاہتے ہیں۔ ترقی و تمدن میں رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔ لیکن اگر ان کی اپنی حالت دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری اسباب نے چشمِ باطن پر پردے ڈال دیئے ہیں خواہشِ نفس نے انہیں اس قدر مغلوب کر لیا ہے کہ وہ قرآن کی صریح آیات کا مفہوم بدلنے اور علمائے دین کو بُرا بھلا کہے بغیر ان سے رہا نہیں جاتا۔ وہ مجبور ہوتے ہیں

خدا ان بزرگانِ دین، پیکرانِ خلوص و اتقا پر رحمت نازل فرمائے۔ جنہوں نے اپنی علمی فراست سے قرآن کریم سے اوامر و نواہی، مسائل دینیہ کا مواد فراہم کرکے ہمیں دین سے روشناس کرایا۔ آج تلقین و اخلاق، تفسیر، فقہ، کلام، تاریخ اسلام کی بے شمار کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں۔ جن کے اندر دولتِ دین کا بڑا ذخیرہ جو ان کی بابرکت ہستیوں کا نتیجہ ہیں۔ اردو ادب میں تفسیر کی بہت سی کتابیں چھپ گئی ہیں۔ جن میں سے مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی، شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی۔ مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ التفسیر مولانا احمد علی کے تراجم قرآن شاہ پاروں کا حکم رکھتے ہیں۔

وظائف و لطائف

(صلے سے وُگے)

ترجمہ:- اے اللہ تو میرا پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھ کو پیدا کیا ہے میں تیرا بندہ ہوں۔ میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں۔ اپنی استطاعت کی حد تک۔ تجھ سے اپنے گناہوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیرے احسان کا قائل ہوں جو مجھ پر ہے۔ اور اپنے گناہوں کا بھی قائل ہوں پس مجھے بخش دے بیشک تیرے بغیر گناہوں کو کوئی نہیں بخشتا۔

★ —— شداد بن اوس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے اللّٰھم انت ربی آخر تک۔ اور فرمایا جو کوئی اس کو دن میں پڑھے اور اس کو اس کے مضمون پر یقین ہو پھر اسی دن مرجائے شام سے پہلے تو وہ شخص جنتی ہوگا۔ اور جو شخص اس کو رات میں پڑھے اور اس کے مضمون پر یقین ہو پھر صبح سے پہلے مر جائے تو وہ شخص جنتی ہوگا۔

(بخاری ۲ مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ)

اقوالِ زرّیں

پانچ آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اوّل جھوٹا۔ کیونکہ اس کی صحبت سے غرور پیدا ہوتا ہے۔ دوسرے احمق کیونکہ جس قدر بھلا کرے گا۔ اُسی قدر نقصان پہنچے گا۔ تیسرے بخیل۔ اس کی صحبت میں اچھا وقت ضائع ہوگا۔ چوتھے بزدل آدمی جو ضرورت کے وقت پیٹھ دکھا جاتا ہے۔ پانچویں۔ فاسق کیونکہ وہ ایک لقمہ کی خاطر تجھ کو بیچ دے گا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کی بھی طمع کریگا۔

(امام جعفر صادق رضؓ)

۲۔ دل کو ضرور حاضر رکھو۔ تاکہ غیر کو اس میں دخل نہ ہو۔ ۲۔ بلندی عاجزی میں ہے سرداری سچائی میں ہے۔ فخر فقر میں ہے نسبت پرہیزگاری میں ہے۔ بزرگی قناعت میں ہے۔ (اویس قرنیؒ)

۳۔ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو۔ وہ نماز عذاب کے زیادہ نزدیک ہے۔

(خواجہ حسن بصریؒ)

۴۔ صادق اس وقت تک صادق نہیں ہو سکتا جب تک اُس کے دل میں بیم و رجا نہ ہو اگر بیم و رجا ہے۔ تو صادق مومن ہے۔ خیر الامور اوسطہا یعنی اوسط درجے کا کام بہتر ہے (مالک بن دینار)

۵۔ بندہ اُس وقت خوش ہوتا ہے۔ جب محنت پر شکر کرے۔ جیسا کہ نعمت پر شکر کرتا ہے۔ (رابعہ بصریؒ)

۶۔ عابد رات آنے پر اس لئے خوش ہوتا ہے کیونکہ خلوت کا موقعہ ملتا ہے۔ دن کو اس لئے غمگین ہوتا ہے۔ کہ لوگ آئیں گے اور تشویش میں مبتلا کریں گے۔

جو شخص خدا سے ڈرتا ہے۔ اُس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے

جس شخص کے دل میں خوف بیٹھ جاتا ہے۔ اُس کے منہ سے غیر مفید بات نہیں نکل سکتی۔

بقول؎

محوِ دُنیا میں ہوئے بھول گئے عہدِ الست
اب نہیں یاد نہیں وہ ابھی کیا کہا تھا

امراۃ الاسلام

حضرت امّ حبیبہ رض

از جناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری لاہو

نام ونسب آپ کا نام رملہ اور ام حبیبہ کنیت تھی والد کا نام ابوسفیان رض اور والدہ کا نام صفیہ تھا۔ آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی ہمشیرہ اور خلیفہ ثالث حضرت عثمان ذوالنّورین رض کی پھوپھی زاد تھیں آپ کا سن پیدائش حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سترہ سال قبل تھا۔ (آپ کے نام میں بعض مؤرخین کا اختلاف ہے۔ چنانچہ آپ کو ہند کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

نکاح اولیٰ اور قبول اسلام آپ کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے مکّہ مکرمہ میں ہوا اور انہی کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ جب کفار مکّہ نے مسلمانوں پر زندگی کا قافیہ تنگ کر دیا تو اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ روانہ ہو گئیں۔ عبید اللہ نے حبشہ پہنچکر عیسائیت کو قبول کر لیا اور انہیں بھی دعوت دی کہ وہی مذہب اختیار کریں۔ لیکن یہ بفضل تعالےٰ دین مبین پر ثابت قدم رہیں۔ خاوند کے مرتد ہونے سے ایک رات پیشتر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ عبید اللہ نہایت بُری طرح بدشکل ہو گیا ہے صبح ہوئی اور وہ نصرانی ہو گیا۔ پردیس اور تنہائی خدا جانے حضرت ام حبیبہ رض پر کیا کیا آفتیں نازل ہوئیں۔ عبید اللہ نے عجیب آزادانہ زندگی بسر کرنی شروع کی۔ مے نوشی کی عادت پڑ گئی۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت ام حبیبہ رض کی دلجوئی کے لئے عجیب سامان کر رکھا تھا یعنی ان تمام مصائب کے نعم البدل کے طور پر ان کو حضور اقدس ص کی زوجیت میں آنا تھا۔

نکاح ثانی عبید اللہ بری عادتوں کا شکار ہو کر جاں بحق ہوا۔ اور حضرت ام حبیبہ رض نے عدّت کے ایام پورے کئے تو حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کو حبشہ کے نیک دل بادشاہ نجاشی کے پاس ام حبیبہ رض کے ساتھ نکاح کے لئے پیغام بھیجا۔ وہ نجاشی کے پاس پہنچے اور اس نے اپنی لونڈی ابرہہ کو حضرت ام حبیبہ رض کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت ام حبیبہ رض پیغام پاکر بہت خوش ہوئیں اور اس خوشخبری کے صلہ میں ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں دیں اپنی جانب سے خالد بن سعید اموی کو وکیل مقرر کیا۔ شام کے وقت نجاشی نے حبشہ میں مقیم مسلمانوں کو حضرت جعفر بن ابی طالب رض کی سرکردگی میں جمع کیا اور خود خطبہ نکاح پڑھایا۔ چارسو دینار مہر مقرر ہوا۔ جو نجاشی نے حضور ص کی جانب سے خود ادا کر دیا۔ حضرت ام حبیبہ رض کو بھی بہت سا سامان خوشبو اور جہیز وغیرہ دیا۔ اہل مجلس کو کھانا کھلا دیا۔ اور بعدازاں دینار بانٹے۔ نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہ رض جہاز میں بیٹھ کر مدینہ منوّرہ کے لئے روانہ ہوئیں۔ حضور ان دنوں خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ جب حضرت ام حبیبہ رض مدینہ منورہ پہنچ گئیں۔

مہر کی تعداد میں مؤرخین کا اختلاف موجود ہے۔ عام روایت کے مطابق حضور ص کی ازواج اور دختران کا مہر چار چارسو درہم تھا۔ حضرت ام حبیبہ کے مہر کے متعلق ۴۰۰ دینار کہنا شاید راوی کا سہو ہو۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ ابوسفیان رض کے قبول اسلام کے بعد بھی عام مسلمان ان کے سابقہ افعال اور کردار کی وجہ سے بھی ان سے گریز کرتے تھے۔ حضرت ابوسفیان رض نے حضور ص سے کہا جاتا ہے کہ تین درخواستیں کیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ امّ حبیبہ سے نکاح کر لیجئے اور آپ ص نے ان کی درخواست قبول فرمائی۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ام حبیبہ رض فتح مکّہ تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں۔ حالانکہ دوسری متعدّد روایات اور واقعات اس خبر کا بطلان کرتے ہیں۔

حلیہ شریف آپ خوبصورت تھیں مسلم شریف میں ابوسفیان رض کا بیان موجود ہے کہ "میرے ہاں عرب کی حسین تر اور جمیل تر عورت موجود ہے۔"

اخلاق وایمان حضرت ام حبیبہ رض کے جوش ایمان کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ایک دفعہ فتح مکّہ سے قبل ان کے والد ابوسفیان مدینہ وارد ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے حضور کے بچھونے پر بیٹھنے ہی والے تھے کہ حضرت ام حبیبہ رض نے فوراً بستر اُلٹ دیا۔ ابوسفیان سخت خشمگین ہوئے اور بولے کہ بیٹی! بچھونا اس قدر عزیز ہے کہ مجھے بیٹھنے نہ دیا جائے۔ بیٹی باپ سے کہنے لگی۔ کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرش ہے۔ اور آپ مشرک ہیں اور اس بناء پر ناپاک آدمی حضور ص کے بستر پر نہیں بیٹھ سکتا۔ ابوسفیان نے کہا کہ میرے پیچھے بہت بگڑ گئی۔

آپ فطرۃً نیک مزاج تھیں۔ ایک دن حضور ص سے عرض کرنے لگیں کہ میری بہن سے آپ ص نکاح کر لیجئے۔ فرمایا کیا تمہیں یہ پسند ہے؟ بولیں ہاں میں ہی آپ ص کی تنہا بیوی نہیں ہوں۔ میری خواہش ہے کہ آپ ص کے نکاح کی سعادت میں میرے ساتھ میری بہن بھی شریک ہو۔

فضل وکمال حضرت ام حبیبہ رض سے کتب حدیث میں ۶۵ روایتیں منقول ہیں۔ ان کے راویوں میں حبیبہ رض (دختر) معاویہ، عتبہ رض وغیرہ مشہور ہیں۔

آپ خصوصی طور پر حدیث پر عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو اس کی تاکید بھی کرتی رہتی تھیں۔ ایک مثال سے ان کا عمل واضح ہے کہ جب ان کے باپ حضرت ابوسفیان رض کا انتقال ہوا تو رخساروں پر خوشبو لگا کر لی۔ اور کہا کہ حضور ص کا حکم ہے۔ کہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کیا جاوے۔ البتہ شوہر کے لئے ۴ ماہ ۱۰ دن کے سوگ کی اجازت ہے۔

انہوں نے حضور سے سنا تھا کہ جو شخص روزانہ ۱۲ نفل پڑھے گا۔ اس کے لئے جنّت میں گھر بنایا جائے گا۔ اس پر عمل کرتے ہوئے حضرت ام حبیبہ رض تادم زلیست نفل ادا کرتی رہیں

اولاد پہلے شوہر سے دو بچے پیدا ہوئے عبد اللہ اور حبیبہ رض۔ حبیبہ رض نے خاص آغوش نبوت میں تربیت پائی تھی۔

وفات حضرت ام حبیبہ رض نے اپنے بھائی حضرت امیر معاویہ رض کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۷۳ برس کی تھی۔

وفات سے قبل انہوں نے حضرت عائشہ رض اور حضرت ام سلمہ رض کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ سوکنوں میں جو کچھ ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی کبھی ہم میں بھی ہو جایا کرتا تھا۔ اس لئے تم مجھ کو معاف کر دو۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ میں نے معاف کر دیا۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی۔ یہ سن کر بولیں کہ تم نے مجھ کو خوش کیا۔ خدا تم کو خوش کرے۔

مقامِ خلّت

نمبر ۲

از جناب ماسٹر لال الدین صاحب اختر گر بی اے بی ٹی

تاریخ و سیر کا مطالعہ کرنے والے اور قرآن حکیم پر نظر ڈالنے والے اصحاب جانتے ہیں کہ بحکم پروردگار سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنی بیوی اور بچے کو مکہ معظمہ کی وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ گئے تھے مگر مالکِ ارض و سما نے اسمٰعیلؑ کی نازک ایڑیوں کی رگڑ سے وہ چشمہ جاری کر دیا جس سے تشنگانِ عشق و محبت تمام اکنافِ عالم سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے ہر سال مکہ میں جوق در جوق حاضر ہوتے ہیں - اور ہوتے رہیں گے - وہی اسمٰعیلؑ جو ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کا محبوب ترین ثمرہ تھے - جب اپنے بزرگ صورت باپ کے ہمراہ اُن کی انگلی پکڑ کر بازار میں اور کبھی جنگل میں بکریاں لینے کے لئے جانے لگے اور بوڑھے والدین کے محبت بھرے جذبات اپنے لختِ جگر پر شب و روز نچھاور ہونے لگے۔ تو قلبِ ابراہیمؑ پر علیم بذات الصدور نے نظر ڈالی - اور اسی وقت آزمائش شروع ہو گئی - خواب کے اشاروں میں اپنے حنیف کو اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ کا پرانا اقرار نامہ یاد کرایا - اور کہا - اپنی عزیز ترین متاع کو ہماری راہ میں قربان کر دو -

یہ عاشقانِ الٰہی کی امتحان گاہ ہے - یہاں کٹے ہوئے بازو، پتھرائی ہوئی آنکھیں اور تڑپتے ہوئے لاشے حق و صداقت کا نشان سمجھے جاتے ہیں -

سیدنا ابراہیمؑ نے سوچا - کچھ مالی قربانیاں کیں مگر آخر کار منشائے الٰہی کا ماہر عشق و راز دانِ بندہ اور رسول سمجھ گیا - کہ مجھ سے میرا پروردگار میرے لختِ جگر اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی مانگ رہا ہے - لہٰذا اس کام کے لئے فوراً تیار ہو گیا - کیونکہ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے لے کر اب تک تسلیم و رضا کی ہزار ہا وادیاں طے کر چکا تھا -

اب آدابِ فرزندی کے بے بدل مجسمہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پدرانہ شفقت سے اپنے پاس بلا کر فرمایا :-

یٰبُنَیَّ اِنِّیْ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اَذْبَحُکَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی

۵ پدر بولا کہ بیٹا آج میں نے خواب دیکھا ہے
کتابِ زندگی کا اک نرالا باب دیکھا ہے!
یہ دیکھا ہے کہ میں خود آپ تجھ کو ذبح کرتا ہوں
خدا کے نام پر تیرے لہو میں ہاتھ بھرتا ہوں

بیٹا جانتا تھا - کہ پیغمبروں کے خواب وحیِ الٰہی ہوتے ہیں - فوراً عرض کیا -

یٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ۵

(اباجی حسبِ ارشادِ خدا تعالیٰ عمل کیجئے میری کمسنی پر شبہ نہ کیجئے میں بفضل خدا صبر و استقلال سے جان دوں گا)

اب دونوں کی روحیں کہہ رہی تھیں -
گر قبول افتد زہے عز و شرف -

۵ جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے - کہ حق ادا نہ ہوا

لہٰذا آسمانوں اور زمینوں کا ذرہ ذرہ شاہد ہے کہ عرب کی سرزمین میں مکہ معظمہ سے چند کوس کے فاصلے پر عرفات اور مزدلفہ کی وسطی ریتلی وادی میں باپ کے ہاتھ میں چھری تھی - اور بیٹے کی گردن حکم خداوندی کے سامنے جھکی ہوئی تھی - قرآن حکیم نے خبر دی تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ - باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا - تو آسمان سے آواز آئی

وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰاِبْرٰهِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ - اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ ۵

(اے خلیل باصفا تو نے تو اپنی خواب کو عملی جامہ پہنایا - یہ قوتِ عمل ہم نیکو کاروں کو دیا کرتے ہیں - بیشک قربانی ہے - کہ بیٹے کی قربانی بہت بڑا امتحان تھا جس میں تو کامیاب ہوا - اب ہم اس کا بدلہ ذبح عظیم سے دیتے ہیں - اور آنے والی نسلوں میں تیری سنت کو زندہ رکھا جائے گا - ایسے ابراہیم تو فی الواقع دارین کی سلامتی کا مستحق ہے)

دنیائے محبت میں یہ فتح عظیم تھی - جو ان پیکرانِ قدس کی قسمت میں لکھی ہوئی تھی - آج خلت کا تاج فرقِ ابراہیم علیہ السلام پر رکھا گیا - اور آسمان و زمین والوں نے مل کر اس گھرانے کے لئے سلامتی کی دعائیں مانگیں - جن کو بارگاہِ ایزد تعالیٰ میں شرفِ قبولیت حاصل ہوا

حنیف کی تشریح :-

توحید تو یہ ہے - کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے تھا

بقیہ شادی کمیشن کی سفارشات

پر تنقید و تبصرہ (صفحہ ۱۲ سے آگے)

زیادہ صحیح طریقے سے وہ اپنے اس اختیار تمیزی کو استعمال کریں گے - اور کمسنی کے نامناسب نکاحوں کا وقوع جو اب بھی ہمارے معاشرے میں کچھ بہت زیادہ نہیں ہے - روز بروز کم تر ہوتا چلا جائے گا - شرعاً ایسے نکاحوں کو جائز صرف اس لئے رکھا گیا ہے کہ بسا اوقات کسی خاندان کی حقیقی مصلحتیں اس کی متقاضی ہوتی ہیں - اس ضرورت کی خاطر قانوناً اسے جائز بھی رہنا چاہئے - اور اس کے نامناسب رواج کی روک تھام کے لئے قانون بنانے کی بجائے تعلیم اور عام بیداری کے وسائل پر ہی اعتماد کرنا چاہئے - (باقی باقی)

اطلاع

نہایت افسوس کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے - کہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم کے حاشیہ والا قرآن عزیز ختم ہو چکا ہے - مستقبل قریب میں اس کے ملنے کی کوئی امید نہیں ہے!

المعلن :- ناظم انجمن خدام الدین لاہور

بچوں کا صفحہ

ہمارے بزرگوں کی شجاعت

ازجناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری لاہور

(۱)

عزیزو ہمارے دین کی اشاعت کیلئے ہمارے بزرگوں کو جانی مالی ہر قسم کی قربانیاں دینی پڑیں۔ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ اس عرصہ میں مسلمانوں کو جن مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور جس قسم کا صبر انہوں نے کیا اس کے مختصر سے حالات تم اسی صفحہ پر اس سے پیشتر پڑھ چکے ہو۔ جب اللہ کی طرف سے مکہ کو چھوڑنے کا حکم آ گیا۔ تو مسلمان مدینہ طیبہ میں ہجرت کر گئے۔ یہاں پہنچ کر اگرچہ اندرونی طور پر کسی حد تک مسلمان مطمئن ہو گئے۔ لیکن دشمنان اسلام کو مذہب اسلام کا بڑھنا اور پھلنا پھولنا ہرگز گوارا نہ تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو آئے دن لڑائیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ تم سن کر حیران ہو گے کہ ہمارے حضورؐ مدینہ میں دس سال تک تشریف فرما رہے۔ پھر اپنے اللہ کے ہاں چلے گئے۔ دس سال میں مہینے ایک سو بیس (۱۲۰) بنتے ہیں۔ لیکن آپ کو لڑائیاں ایک سو اکیس (۱۲۱) لڑنی پڑیں اوسطاً ہر مہینے ایک لڑائی لڑنی پڑی۔ پھر ان دنوں مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی۔ بیشتر لوگوں کے پاس ہتھیار تک نہ تھے۔ سب سے پہلی لڑائی جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس سواری کے لئے صرف دو جانور تھے۔ مسلمان لڑنے والوں کی تعداد ہمیشہ مقابلہ میں آنیوالے کفار سے کم رہی۔ بعض لڑائیوں میں ایک کے مقابلے میں دو یا تین یا چار اور بعض بعض لڑائیوں میں ایک مسلمان کے مقابلے میں دس دس کافر بھی موجود ہوتے مسلمانوں کے پاس اسلحہ ناقص اور معمولی ہوتا۔ کفار کے پاس بہترین اسلحہ جنگ ہوتا۔ ان تمام مصیبتوں کے باوجود فتح اکثر مسلمانوں کی ہوتی۔ اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو اللہ تعالے کی مدد اور دوسری مسلمانوں کی اپنی بہادری دلیری اور موت کا شوق۔ اور اگر کفار میں تمام سامان جنگ رکھنے کے باوجود کسی چیز کی کمی تھی تو بھی کہ نہ تو اُن میں مسلمانوں جیسی جانبازی تھی۔ اور نہ انھیں موت سے بے خوفی تھی۔ اب (اور آئندہ اشاعت میں بھی) ہم تمہیں اپنے چند بزرگوں کے واقعات سنائیں گے۔ کہ تم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر ایسی ہی شجاعت اور جانبازی کا ثبوت دو۔ سب سے پہلے اپنے ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی بناؤ اس کے بعد اس اسلامی ملک کے دشمنوں کے مقابلے کے لئے اپنے اندر حوصلہ اور دلیری پیدا کرو۔ تاکہ اُن سے کبھی شکست نہ کھاؤ۔

پیارے بھائیو! سب سے پہلی جنگ بدر کے میدان میں لڑی گئی۔ جس میں مسلمان ۳۱۳ تھے۔ اور کفار ایک ہزار مسلمانوں کی طاقت ہر طرح کفار سے کم تھی۔ لیکن ان میں جان دینے کا وہ شوق موجود تھا۔ کہ کفار کے ہوش اُڑے جاتے تھے۔ یوں تو اس لڑائی میں ہر ایک مسلمان سپاہی اپنی بہادری اور جانبازی کے لئے کسی تعریف کا محتاج نہیں۔ لیکن شاید تم نے سُنا ہو کہ اس لڑائی میں دو کمسن بچے حضرات معاذ رضؓ اور معوذ رضؓ بھی شامل تھے۔ جن میں شہادت کا شوق اس قدر موجود تھا۔ کہ وہ اپنے مقابلے کے لئے کفار کے سردار ابوجہل کو تلاش کرتے پھرتے تھے (کیونکہ وہ انصاری تھے اور انہیں ابوجہل کا پتہ نہ تھا) آخر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ نے انہیں بتایا کہ وہ ابوجہل ہے۔ یہ بجلی کی سی تیزی سے اُس کے سر پر مسلط ہو گئے۔ اور جب تک اس کا خاتمہ نہ کیا پیچھا نہ چھوڑا۔ ایک بچے کا بازو کٹ کر لٹک گیا۔ جب بچہ تیز بھاگتا تو بازو بھاگنے نہ دیتا۔ اس نے بازو کو ٹانگ کے نیچے دبا کر کھینچ ڈالا۔ اور اسے پھینک کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

عزیزو! یہ صرف نو یا گیارہ سال کے بچے کا کارنامہ ہے۔ جس قوم کے بچے ایسے ہوں۔ اس کے بڑوں کی بہادری کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسی جنگ بدر میں مسلمانوں نے اپنی تیرہ سالہ مصیبتوں کا وہ بدلہ لیا کہ کفار کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ کفار کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور کچھ گرفتار ہوئے۔ اور کچھ ایسے ذلیل ہو کر بھاگے۔ کہ اپنے پرائے کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے۔

(باقی آئندہ)

ہفتہ وار خبریں

— لاہور - ۲۵ جولائی - اعلان کیا گیا ہے کہ ۲۸ اگست (یوم عاشورہ) کی چھٹی کے علاوہ حکومت مغربی پاکستان کے تمام دفاتر میں ۱۶ - ۱۷ - اگست کو بھی تعطیل ہوگی -

— کراچی - ۲۵ جولائی - ترکیہ کے وزیر اعظم نے انقرہ سے روانہ ہوتے وقت کشمیر کے معاملہ میں پاکستان کے موقف کی مکمل حمایت کا اعلان کیا -

— حیدرآباد (ڈاک سے) یہاں سے ۴۸ میل کے فاصلے پر ایک مشہور ڈاکو نے قرآن و احادیث کا حوالہ سنکر اقبال جرم کر لیا -

لاہور - ۲۶ جولائی - لاہور کارپوریشن نے گزشتہ ہفتے شہر میں بوسیدہ اور خطرناک مکان گرانے کی جو مہم شروع کی تھی - اس کے تحت اب تک ۱۲۱ مکان گرائے جا چکے ہیں - ۴۴ مکان اور مسمار کئے جائیں گے -

— خیرپور میرس - ۲۶ جولائی خیرپور ڈویژن میں شدید بارشوں کی وجہ سے کچے مکانات اور متروکہ املاک کو شدید نقصان پہنچا ہے اور کروڑوں روپے کی فصل تباہ ہونے کے علاوہ کئی انسانی جانوں کا بھی اتلاف ہوا ہے -

— ملتان - ۲۶ جولائی - معلوم ہوا ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کی چانسلر کمیٹی نے بی اے کے تین سالہ کورس کی جو سفارش کی ہے اسے مغربی پاکستان کی کابینہ کے سامنے پیش کیا جائیگا -

— ملتان - ۲۶ جولائی - معلوم ہوا کہ حکومت مغربی پاکستان نے ملتان ڈویژن میں نیلی بار اور حویلی پراجیکٹ سے متعلقہ دفاتر کو ۱۳ اگست سے ختم کرنے کا فیصلہ کیا ہے

— نئی دہلی - ۲۴ جولائی - سری نگر سے موصول ہونے والی اطلاعات مظہر ہیں کہ بھارت مقبوضہ کشمیر میں فوجی حکومت کی گرفت اور سخت کرتا جا رہا ہے -

— لندن - ۲۵ جولائی - پارلیمنٹ کے ایک قدامت پسند رکن نے گزشتہ رات دارالعوام میں کہا کہ کشمیر کے مسئلہ نے پنڈت نہرو کو بہترین موقع عطا کیا ہے کہ وہ ان اصولوں پر عمل کر سکیں جن کی وہ تلقین کرتے ہیں -

— عدن - ۲۵ جولائی - معلوم ہوا ہے کہ عدن کو ۱۹۵۸ء تک حکومت خود اختیاری دے دی جائے گی -

— قاہرہ - ۲۵ جولائی - معلوم ہوا ہے کہ مصر کی درخواست پر روس اسے اسوان بند کے لئے مالی امداد دینے کے لئے تیار ہے -

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)